جاسوسی دنیا نمبر 37

جنگل کی آگ

(مکمل ناول)

پُراسرار قتل

ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو...!"

"فریدی... میں عرفانی بول رہا ہوں... بوڑھا عرفانی... میں خطرے میں ہوں۔"

"کیا بات ہے!" فریدی نے پوچھا۔

لیکن جواب ندارد... سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا۔ فریدی نے ریسیور کان سے لگائے رکھا۔

"ہیلو... ہیلو... عرفانی صاحب... فریدی بول رہا ہے۔" فریدی نے دوبارہ کہا۔

لیکن پھر بھی کوئی جواب نہ ملا... اور پھر فریدی نے ایک ہلکی سی آواز سنی۔ اسی کے ساتھ ہی کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔

"فائر...!" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"حمید...!" اُس نے حمید کو آواز دی جو برابر ہی کے کمرے میں اپنی پالتو چوہیا کو اختر شیرانی کی کوئی نظم سنا رہا تھا۔

"فرمائیے۔" اس نے اس دخل اندازی پر بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اٹھو...! ہمیں جلدی ہے۔" فریدی نے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔

"عرفانی صاحب خطرے میں ہیں۔"

"ہوں گے۔" حمید نے بے پروائی سے کہا۔

"اٹھو...!" فریدی نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

فریدی چونکہ صورت سے پریشان نظر آرہا تھا اس لئے حمید نے زیادہ پھیلنا مناسب نہ سمجھا۔

فریدی کو اتنی جلدی تھی کہ اس نے اُسے سلیپنگ سوٹ بھی نہ اتارنے دیا۔

کیڈی پھاٹک سے نکل کر ایک طرف کو ہولی۔

"کوئی خطرناک مہم...؟" حمید نے پوچھا۔

"یقیناً خطرناک ہی ہو سکتی ہے۔ عرفانی صاحب خطرے میں ہیں۔"

"کون عرفانی صاحب؟"

"ایک طرح سے تم انہیں میرا استاد بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"آپ نے پہلے کبھی اس قسم کے کسی آدمی کا تذکرہ نہیں کیا۔" حمید نے کہا۔

"اوہو... تم نے محکمے کے آدمیوں میں کبھی نہ کبھی ان کا تذکرہ ضرور سنا ہوگا۔ ہمارے پیش روؤں میں وہ کافی مشہور تھے۔"

"اوہ سمجھا... وہی بوڑھا تو نہیں جسے نیلے رنگ کا خبط ہے۔"

"ٹھیک سمجھے۔"

"لیکن وہ آپ کے استاد کس طرح ہوئے۔"

"شروع میں انہوں نے اکثر میری رہنمائی کی ہے۔ والد مرحوم کے دوستوں میں سے ہیں۔ پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں وہ ملٹری سیکرٹ سروس سے متعلق تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد سے الگ تھلگ زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن سوچتا ہوں... ایسا شخص! سمجھ میں نہیں آتا کیا معاملہ ہے انہوں نے فون پر مجھ سے اتنا ہی کہا کہ میں خطرے میں ہوں... میں نے خطرے کی نوعیت پوچھنی چاہی لیکن جواب نہیں ملا۔ فون ڈس کنکٹ نہیں کیا گیا تھا۔ پھر میں نے فائر کی آواز سنی اور ایک ہلکی سی چیخ...!"

"کیا وہ گھر پر اکیلے ہی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"قریب... قریب۔" فریدی نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "ایک نوکر ہے وہ اتنا بہرہ ہے کہ جب تک اس کے کان میں منہ لگا کر چیخا نہ جائے نہیں سن سکتا۔"

"عرفانی صاحب مالدار آدمی ہیں!"

"ہاں! کافی۔" فریدی پھر خاموش ہو گیا۔

ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ سڑکیں سنسان ہوتی جا رہی تھیں۔ رات کہر آلود ہونے کی وجہ سے تاریکی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

کیڈی کیلاش برج کو پار کر کے شہر کے ایک ایسے حصے میں داخل ہو رہی تھی جہاں گھنی آبادی نہیں تھی۔ خال خال ایک آدھ عمارتیں نظر آ جاتی تھیں جن کی کھڑکیوں میں کہر میں لپٹی ہوئی دھندلی روشنی ادھورے خوابوں کی یاد کی طرح اونگھ رہی تھی۔

فریدی نے ایک عمارت کے سامنے کیڈی روک دی۔ وہ دونوں نیچے اترے۔ پائیں باغ میں اندھیرا تھا عمارت کی کسی کھڑکی میں بھی روشنی نہیں تھی۔

"گاڑی سے ٹارچ نکال لو۔" فریدی نے کہا۔

حمید واپس چلا گیا۔ اتنے میں فریدی برآمدے تک پہنچ گیا تھا۔ اُسے کہیں بھی کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی۔ وہ چند لمحے ساکت و سامت کھڑا رہا۔

حمید ٹارچ لے کر واپس آگیا۔

برآمدے میں چار دروازے تھے۔ ان میں سے ایک کے دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے۔ ٹار کی روشنی ایک طویل راہداری میں پڑی اور جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے انہیں خراٹوں کی آواز سنائی دی۔ روشنی کا دائرہ آواز کی سمت گھوم گیا بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھ اندر ایک ضعیف العمر آدمی کے خراٹے گونج رہے تھے۔

"نوکر....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

اور وہ پھر آگے بڑھ گئے اس کے کمرے کے علاوہ انہیں ہر کمرے میں انتشار اور بدنظمی نظ آئی۔ صندوق کھلے ہوئے سامان بکھرا ہوا۔ حتیٰ کہ فرش پر بچھی ہوئی قالین تک الٹی پڑی تھ فریدی ہر کمرے کا بلب روشن کرتا جا رہا تھا۔

آخری کمرے میں حمید کو ٹیلی فون کے علاوہ ہر چیز نیلے رنگ کی نظر آئی نیلے پردے نی فرنیچر دروازوں پر نہ صرف نیلا پینٹ تھا بلکہ اُن کے شیشے میں بھی نیلے ہی رنگ کے تھے۔ دیواروں پر نیلے رنگ کا پالش تھا۔ اس نیلگوں طوفان میں اس چیز کو نظرانداز ہی کر گئے جس پر ال کی نظر پہلے ہی پڑنی چاہئے تھی کرسیوں کے پھٹے ہوئے گدوں یا بکھری ہوئی چیزوں کی اُن کے سامنے کوئی اہمیت نہیں تھی یہ تازہ خون کا ایک بہت بڑا دھبہ تھا جو لکھنے کی بڑی میز کے نیچے فرش

پر نظر آرہا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا لیکن کچھ بولے نہیں۔

پھر فریدی کی نظریں فون کے ریسیور پر جم گئیں جو میز کے سامنے والے کنارے پر جھول گیا تھا۔

"اسے توپ کی گرج بھی نہیں جگا سکتی۔" فریدی نے کہا اور جھک کر خون کے دھبے کو دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے اور آنکھیں مضطربانہ انداز میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"عرفانی صاحب کی زندگی میں تو یہ ناممکن تھا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دس آدمی بھی گھر کی حالت اس طرح نہیں بگاڑ سکتے تھے۔"

"تو کیا...." حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"آخر لاش کیا ہو گئی۔" فریدی پر تشویش لہجے مین بولا۔

"لاش....!" حمید چونک کر بولا۔

"یہ خون....!" فریدی نے خون کے دھبے کی طرف اشارہ کیا۔ "اور یہ ریسیور جو میز سے لٹکا ہوا ہے عرفانی صاحب مجھے فون کر رہے تھے۔ فائر کی آواز:.. چیخ.... ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے پھر حملہ آوروں نے گھر کا سامان الٹ پلٹ ڈالا۔ کرسیوں کے گدے تک پھاڑ ڈالے گئے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی نظریں کھلی ہوئی تجوری پر جمی ہوئی تھیں۔

"لیکن....!" حمید بولا۔ "حملہ آور نے انہیں نظرانداز کر دیا۔"

اس نے تجوری کے سامنے فرش پر بکھرے ہوئے نوٹوں کی طرف اشارہ کیا ان کے قریب کچھ زیورات بھی تھے جن میں قیمتی پتھر جگمگا رہے تھے۔

"ہم اسے ڈاکہ نہیں کہہ سکتے۔" فریدی نے کہا۔ "دوسرے کمروں میں بھی بہتیرا قیمتی سامان بکھرا ہوا دیکھتے آئے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ صاف ظاہر تھا کہ حملہ آوروں کو کسی خاص چیز کی تلاش تھی۔ ایسی چیز جسے کرسی کے گدوں میں بھی چھپایا جا سکتا تھا۔

"نوکر کو جگانا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ سوچتا ہوا اس کی طرف مڑا۔ چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔

دونوں نوکر کے کمرے میں آئے وہ اب بھی اسی طرح خراٹے لے رہا تھا۔ فریدی نے بلب روشن کر دیا۔ حمید اُسے جھنجھوڑ رہا تھا۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔" بوڑھا کھڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ "آپ کون ہیں۔"

پھر انہیں اُسے سب کچھ سمجھانے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ چیختے چیختے حمید کا گلا بیٹھ گیا۔

وہ اُسے اس کمرے میں لے آئے جہاں انہوں نے خون دیکھا تھا۔

بوڑھے کی گھگھی بندھ گئی۔

"صاحب.... کک.... کہاں ہیں۔" اس نے ہکلا کر پوچھا۔

فریدی نے اُسے اپنے فون والا واقعہ بتایا۔

"تو یہ.... صاحب کا.... خون!" بوڑھا کربناک انداز میں چیخا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چکرا کر گر پڑے گا۔ حمید نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھال لیا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک اس کی حالت غیر رہی۔ کبھی وہ چپ چاپ آنسو بہاتا اور کبھی چیخنے لگتا۔ بڑی مشکلوں سے فریدی اُسے گفتگو کرنے پر آمادہ کر سکا۔ اُس نے بتایا کہ آج کوئی ملاقاتی بھی نہیں آیا تھا اور وہ حسب معمول کاموں سے فراغت پانے کے بعد نو بجے سونے کے لئے چلا گیا تھا۔

فریدی نے دو چار سوالات اور کئے اور جوابات سے اُس نے اندازہ لگا لیا کہ نوکر عرفانی کے ذاتی معاملات میں دخیل نہیں تھا۔

"بہتر تو یہی ہے کہ اس کو اس کو کمرے میں پہنچادو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید کے جانے کے بعد وہ پھر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دروازوں کے پردے ہٹائے۔ دیواروں کو دیکھتا رہا اور پھر اُسی میز کے قریب پلٹ آیا۔ جس کے نیچے خون کا دھبہ تھا۔

حمید کی واپسی پر اس نے آہستہ سے کہا۔

"فائر کرنے کے فوراً بعد ہی کمرے کی روشنی گل کر دی گئی تھی۔"

حمید کچھ نہیں بولا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بولے یہ واقعہ اُس پر اچانک نازل ہوا تھا ورنہ وہ اس وقت آرام سے اپنے بستر پر خراٹے لے رہا ہوتا۔

"اور حملہ آوروں کو اپنے شکار سے زیادہ اُس چیز کی تلاش کی فکر تھی جس کے لئے انہوں نے گھر میں ابتری پھیلائی ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔" حمید نے یونہی کچھ سوچے سمجھے بغیر زبان ہلا دی۔

"کیونکہ اُن کے اسی رجحان نے عرفانی صاحب کو فرار ہونے میں مدد دی۔"

"کیا مطلب!" حمید چونک پڑا۔ "ابھی تو آپ کسی لاش کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"پہلا خیال غلط تھا۔" فریدی چاروں طرف متجسسانہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ حملہ آور لاش بھی اپنے ہمراہ لے گئے ہوں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں کچھ نشانات اس بات کی تردید کرتے ہیں۔" فریدی بولا۔ "مثلاً.... ادھر آؤ.... اُس دروازے کا پردہ ہٹاؤ۔"

حمید پردہ ہٹا کر کھڑا ہو گیا اور واقعی وہ نشان کسی اندھے آدمی کے لئے بھی واضح تھا۔ دروازے کے ایک پٹ پر فرش سے تقریباً ڈیڑھ فٹ کی اونچائی پر خون کا ایک بڑا سا دھبہ تھا جس سے پتلی پتلی کئی لکیریں نیچے تک بہہ آئی تھیں۔

"گولی شاید پشت پر لگی تھی۔" فریدی بڑبڑایا۔ "وہ میز کے نیچے سے گھسیٹتے ہوئے یہاں تک آئے۔ کچھ دیر دروازے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے رہے.... پھر....!"

فریدی دروازے کی چٹخنی کی طرف دیکھنے لگا جو گری ہوئی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ پھر اسی دروازے سے نکل گئے ہوں۔ ذرا ٹارچ مجھے اٹھا دینا.... اوہو.... یہ پھر آگیا۔"

فریدی کی نظریں بہرے نوکر پر جم گئیں جو دروازے میں کھڑا انہیں سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حمید آگے بڑھ کر اُس کے کان میں چیخنے لگا۔ بدقت تمام وہ اُسے سمجھا پایا کہ اس کا مالک مرا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ نکل گیا ہو اور اسے اپنے کمرے میں اس وقت تک خاموش بیٹھنا چاہئے جب تک کہ پولیس نہ آجائے۔

فریدی دروازہ کھول کر دوسری طرف نکل گیا تھا۔ نوکر کو واپس بھیج کر حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

فریدی کی ٹارچ کی روشنی کمرے کے فرش پر پڑ رہی تھی۔

"بلاشبہ وہ اس کمرے سے گذرے تھے..... یہ رہا خون۔"

روشنی کا دائرہ دور تک فرش پر رینگتا ہوا چلا گیا اور پھر وہ سامنے والی دیوار پر رک گیا۔ فرش سے تقریباً چار یا پانچ فٹ کی بلندی پر ایک اور بڑا سا دھبہ تھا۔

"یہ دروازہ.....!" فریدی نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔

دوسرے لمحے میں دونوں پائیں باغ کے داہنے بازو میں تھے۔ روشنی کا دائرہ بڑی تیزی سے تاریکی میں ادھر اُدھر گردش کر رہا تھا۔

پائیں باغ کی حالت ابتر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت عرصے سے اُس کی خبر نہیں لی گئی کیاریوں میں خشک پودے کھڑے تھے اور مہندی کی باڑھیں بڑی بے ترتیبی سے ادھر اُدھر پھیل گئی تھیں۔ یہاں صرف خودرو جھاڑیاں سرسبز دکھائی دے رہی تھیں، ورنہ ہر طرف خزاں کا راج تھا۔

"زمین سخت ہے۔" فریدی بڑبڑایا..... وہ جھکا ہوا قدموں کے نشانات تلاش کر رہا تھا۔

"وہ کیا.....؟" دفعتاً حمید چیخا۔

مالتی کی خودرو جھاڑیاں عجیب انداز میں ہل رہی تھیں۔ فریدی سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب روشنی کا دائرہ ہلتی ہوئی جھاڑیوں پر پڑ رہا تھا۔ دفعتاً جھاڑیوں سے کسی آدمی کا ایک پیر باہر نکل آیا اور جھاڑیاں بدستور ہلتی رہیں۔

فریدی جھاڑیوں کے قریب پہنچ چکا تھا..... اور پھر انہوں نے ایک دردناک منظر دیکھا۔ بوڑھا عرفانی جھاڑیوں کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے ہوئے بے چینی اور کرب میں ہاتھ پیر پٹخ رہا تھا اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"عرفانی صاحب۔" فریدی بے اختیار اُس پر جھک پڑا۔

عرفانی کی آنکھیں کچھ اور کشادہ ہو گئیں۔

"میں فریدی ہوں عرفانی صاحب۔" فریدی پھر چیخا۔

دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے عرفانی ہوش میں آگیا ہو اس کے چہرے پر نرماہٹ دوڑ گئی او

آنکھیں خواب ناک انداز میں بوجھل ہو گئیں۔

"دیر..... ہو گئی۔" عرفانی آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا۔ "فف..... ری..... دی..... دیر ہو گئی..... نن..... اُف..... نیشنل..... بنک..... نن..... نیشنل بنک۔"

پھر اس کا سارا جسم تھر تھرانے لگا..... اور..... گردن ایک جھٹکے کے ساتھ دوسری طرف گھوم گئی۔

"عرفانی صاحب۔" فریدی نے اُسے جھنجھوڑا۔ "عرفانی صاحب۔"

لیکن عرفانی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکا تھا۔

شاید پندرہ یا بیس منٹ تک وہ وہیں بت بنے کھڑے رہے۔

"پولیس کے آنے تک لاش یہیں پڑی رہے گی۔" بالآخر فریدی بولا۔

"کیا..... معاملہ ہے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "نیشنل بنک..... آخر اس کا کیا مطلب ہے؟"

"اس پر پھر غور کریں گے۔" فریدی نے دوبارہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

حمید بھی اس کے پیچھے تھا۔ لیکن اب اسے نیند نہیں ستا رہی تھی۔

واردات والے کمرے میں پہنچ کر فریدی چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا۔

"انہیں کسی چیز کی تلاش تھی اور وہ چیز دولت نہیں ہو سکتی ورنہ وہ ان نوٹوں اور زیورات کو ضرور لے جاتے۔"

"کیا چیز ہو سکتی ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کمرے کی چیزوں کو الٹنے پلٹنے لگا تھا۔ دفعتاً اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی۔ حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سنو.....!" فریدی نے اسے مخاطب کیا۔ "ذرا دیکھو تو! کیا عرفانی صاحب کی قمیض کی جیب محفوظ ہے۔"

"کیا مطلب.....؟" حمید حیرت سے بولا۔

"چلو جلدی کرو۔"

"میں کچھ سمجھا نہیں۔ جیب محفوظ ہونے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔"

"اوہ.. دیکھو قمیض میں جیب موجود ہے یا نہیں۔" وہ حمید کی طرف ٹارچ بڑھاتا ہوا بولا۔

حمید چلا گیا۔ فریدی بڑی میز کی درازیں کھول کھول کر دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی بوڑھے نوکر کے

رونے کی آواز عمارت میں گونج اٹھتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حمید واپس آگیا۔

"شاید انہوں نے عرفانی صاحب کو بھی پالیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"کیوں....؟"

"ان کی ساری جیبیں الٹی ہوئی ہیں انہیں اچھی طرح دیکھا گیا ہے۔"

"میں نے تمہیں قمیض کی جیب دیکھنے کو بھیجا تھا۔" فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

"قمیض کی جیب اپنی جگہ پر ہے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تب تو....!" فریدی حمید کے لہجے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "یہ ٹکڑا کسی قمیض کا جیب معلوم ہوتا ہے....اور یہ وزیٹنگ کارڈ....!"

فریدی میز پر رکھے ہوئے کپڑے کے ٹکڑے اور ملاقاتی کارڈ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ "دونوں فرش پر ملے ہیں ملاقاتی کارڈ کپڑے کے نیچے تھا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ خاصی جدوجہد بھی ہوئی ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"یقیناً! اس کارڈ پر ہاتھ کی مضبوط گرفت کے نشانات ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اور یہ کارڈ کسی جوزف پیٹر کا ہے جو سولہ کنکس لین میں رہتا ہے۔"

"سراغ....!" دفعتاً حمید کا چہرہ چمک اٹھا۔

"اب تم کوتوالی فون کر سکتے ہو۔" فریدی بڑبڑایا۔

حمید ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔

"نہیں....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اسے یونہی رہنے دو۔ تھوڑے ہی فاصلے پر دوسری عمارت ہے وہاں فون ضرور ہوگا۔"

حمید کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اوہ سمجھا! تم شب خوابی کے لباس میں کسی شریف آدمی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹانا چاہ

فریدی مسکرا کر بولا۔ "خیر تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔"

حمید فریدی کے قدموں کی آواز سنتا رہا۔

گرانڈیل احمق

دوسری صبح کے اخبارات نے عرفانی کے پُراسرار قتل کے متعلق بڑی موٹی موٹی سرخیاں جمائی تھیں۔ لیکن ایک بات حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ آخر لاش کی دریافت کے سلسلے میں اس کا اور فریدی کا نام کیوں نہیں لیا گیا تھا۔ اس کے برعکس خبر کے مطابق لاش عرفانی کے نوکر نے دیکھی تھی اور اسی نے پولیس کو بھی مطلع کیا تھا۔

کچھ بھی ہو یہ چیز کم از کم اس کے لئے پریشان کن تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ فریدی اس کیس کو باقاعدہ طور پر اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے۔

اُس نے جھنجھلاہٹ میں اپنے منہ پر دو چار تھپڑ لگائے اور اٹھ کر غسل خانے کی طرف چلا گیا۔

آج اتوار تھا اور اس نے پروگرام بنایا تھا کہ اپنے گرانڈیل احمق دوست قاسم کے ساتھ مچھلیوں کا شکار کھیلنے جائے گا۔ حالانکہ فریدی نے ابھی تک اُسے کسی کام میں نہیں گھسیٹا تھا پھر بھی اسے اپنے موڈ کی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ آج کل اس کا موڈ بڑا اچھا تھا اور وہ دن رات نئی نئی شرارتوں کی ایجاد کے چکر میں رہتا تھا۔

اُس نے بڑی تیزی سے شیو کیا۔ کپڑے تبدیل کئے اور ناشتے کی پروا کئے بغیر گھر سے نکل گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ناشتے کی میز پر فریدی کوئی نہ کوئی کام ضرور اُس کے سپرد کر دے گا۔

اس کا موٹر سائیکل بڑی تیزی سے قاسم کی اقامت گاہ خان ولا کی طرف جا رہی تھی۔ قاسم کا باپ خان بہادر عاصم شہر کے بہت بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا اور قاسم اس کا اکلوتا لڑکا تھا۔ خان ولا میں صرف قاسم اور اس کی بیوی رہتے تھے اور ان کی ازدواجی زندگی بڑی تلخ گزر رہی تھی....اور اس کی تلخی کی بنیاد پہلے ہی دن سے پڑی تھی۔ وہ بھی قاسم کی حماقت[1] کی بناء پر۔ وہ اپنے دوستوں میں گرانڈیل احمق کے نام سے مشہور تھا۔ لوگوں کا خیال تھا اس کے جسم کی نشو و نما کے سلسلے میں بیچاری عقل غذا بنتی رہی تھی اور آخر میں جسم ہی جسم رہ گیا عقل صاف ہوگئی۔

بہر حال قاسم شادی ہو جانے کے بعد بھی اکثر اپنا سر پیٹ پیٹ کر کہا کرتا تھا کہ میں اب بھی کنوارا ہوں۔ یہ مسئلہ اس کے دوستوں کے لئے خاصی دلچسپی کا موضوع تھا۔

---

[1] اس دلچسپ داستان کے لئے بھی "برف کے بھوت" جلد نمبر 11 پڑھئے۔

قاسم نے حمید کو دیکھ کر ایک گھن گرج قسم کا قہقہہ لگایا وہ صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اُسے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اتنے سویرے! ابھی تو مچھلیاں ناشتے سے بھی فارغ نہ ہوئی ہوں گی۔"

"لیکن میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" قاسم ہنس کر بولا۔ "تو پھر تو میرے ساتھ ناشتہ کرو۔"

قاسم کسی نوکر کا نام لے کر چیخنے لگا۔

"ارے تم! گدھوں کی طرح چیختے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔"

"پھر کیا کروں! اب اٹھے کون۔"

"گھنٹی کیوں نہیں رکھتے۔"

"گھنٹی!" قاسم جھینپ کر بولا۔ "مجھے گھنٹی بجاتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

حمید ہنسنے لگا۔ قاسم اپنے عادات واطوار کے لحاظ سے عجیب ہی نہیں بلکہ عجیب ترین تھا۔ نوکر چلا گیا۔

"کیا صلح ہوگئی بیوی سے۔" حمید نے پوچھا۔

"اس تذکرے کو نہ چھیڑو حمید بھائی۔" قاسم غمگین آواز میں بولا۔ پھر اخبار حمید کے سامنے رکھ کر ہنسنے لگا۔ حمید نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"مجھے سراغ رسانی سے دلچسپی ہو چلی ہے۔" قاسم نے کہا۔ "اس قتل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اچھا تو آپ بھی مجھے بور کریں گے۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "ابے اسی وجہ سے تو میں گھر سے بھاگا ہوں۔"

"نہیں اللہ قسم حمید بھائی! اگر تم تھوڑی سی مدد کرو تو میں سراغ رساں بن سکتا ہوں۔"

"شٹ اپ.....!"

"اچھا سنو! میں نے کیا رائے قائم کی ہے۔"

"بکو.....!" حمید بیزاری سے بولا۔ اُس کی بھوک چمک اٹھی تھی۔

"اخبار والوں نے لکھا ہے کہ قاتلوں کو کسی چیز کی تلاش تھی۔" قاسم مفکرانہ انداز میں اپنے

گول گول دیدے پھرا کر بولا۔ "انہوں نے کرسیوں کے گدے تک پھاڑ ڈالے کیا چیز ہو سکتی ہے؟"

وہ سوالیہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"اصلی سلاجیت۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ پھر بگڑ کر کہنے لگا۔ "ناشتے میں کتنی دیر لگے گی۔"

"یار یہ سلاجیت کیا چیز ہے؟" قاسم نے موضوع گفتگو بدل دیا۔ اُس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بلکہ یہ اُس کی عادت تھی۔ کوئی ایک بات شروع کر کے وہ ہمیشہ ضمنیات میں الجھ جایا کرتا تھا۔

"میں ناشتے کی بات کر رہا تھا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں پہلے سلاجیت! میں بچپن ہی سے اس کے اشتہارات اکثر رسائل میں دیکھتا آرہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہے کیا چیز!"

"بیوی سے پوچھنا۔"

"کاش میں پوچھ سکتا۔" قاسم گہری سانس لے کر بولا۔ "چھوڑو حمید بھائی اس تذکرے کو۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ..... عرفانی کے پاس کوئی ہیرا تھا۔ بہت بڑا..... شاید مرغی کے انڈے کے برابر۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ تربوز کے برابر رہا ہو۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "لیکن میں نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"ارے نہیں..... ہی ہی ہی۔" پہلے تو قاسم ہنسا پھر یک بیک اُسے غصہ آگیا۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ بیوی سالی اس قابل ہے کہ اسے برف کے پانی میں غرق کر دیا جائے۔ ارے بھوک کے مارے میری جان بھی نکلی جارہی ہے۔ ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتی ہے۔ اب وہ باورچی سے الجھ رہی ہوگی..... آؤ چلو.....!"

وہ دونوں کھانے کے کمرے میں آئے۔ میز خالی پڑی تھی۔ قاسم اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹتا ہوا چیخنے لگا۔ "کہاں مر گئے سب۔ ابھی تک ناشتہ.....!"

دفعتاً ایک نوکر دوڑتا ہوا کمرے میں آیا۔

"ابے اُو بتاشے کی اولاد..... ناشتہ۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔

"وہ..... بیگم صاحب۔" نوکر ہکلایا۔

"بیگم صاحب کو فرائی پان میں ڈالو۔ میں کہتا ہوں ناشتہ۔"

"سرکاری.... وہ خود حلوہ تیار کر رہی ہیں۔"

"ہائیں.... خود تیار کر رہی ہیں۔" قاسم آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ابے میں حلوہ کب سے کھانے لگا ہوں۔"

"میرے لئے تیار کر رہی ہوں گی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ اور قاسم اُسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

"ابے تو جو کچھ تیار ہو وہی لاؤ۔" قاسم گرجا۔

نوکر چلا گیا۔

"اسی لئے تو وہ تم سے گھبراتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"وہ کیا اس کا باپ بھی مجھ سے گھبراتا ہے۔" قاسم اکڑ کر بولا۔ "میں نے تو چاہا تھا کہ وہ اپنے باپ کے پاس چلی جائے لیکن وہ اسے بھی نہیں منظور کرتی۔"

دفعتاً قاسم کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ "حمید بھائی۔ میں کنوارا ہی مر جاؤں گا۔"

"شہادت کا درجہ ملے گا تمہیں۔" حمید لاپرواہی سے بولا۔

"میں ہر گز کنوارا نہیں مر سکتا۔" قاسم پھر بپھر گیا۔ "میں ایک آدھ کا خُ.... خون....!"

وہ اچانک خاموش ہو گیا کیونکہ اس کی بیوی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے ناشتے کی ٹرالی تھی۔ وہ حمید کو دیکھ کر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ وہ حقیقتاً ایک پیاری سی گڑیا تھی۔ دبلی پتلی نازک اندام! اور کافی خوبصورت بھی۔ قاسم اور اس کا جوڑ دراصل پہاڑ اور گلہری کا پیوند تھا۔

"معاف کیجئے گا۔ آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔" اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں ظاہر ہے کہ آئیٹم بڑھ گئے ہوں گے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "قاسم آپ کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔"

"اگر ایسا ہے تو مجھے خودکشی کر لینی چاہئے۔" قاسم کی بیوی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" قاسم اس طرح اُچھلا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"میں نے آپ سے تو کہا نہیں۔"

"آئی ایم ساری....!" قاسم مسمسی صورت بنا کر رہ گیا۔

میز پر ناشتہ چن دیا گیا۔ قاسم کے سامنے بکرے کی ایک مسلم ران اور ایک پورا مرغ تھا۔ حمید کو اس پر حیرت نہ ہوئی کیونکہ وہ اس کی خوراک سے بخوبی واقف تھا۔

"آپ کے لئے تو پھر دردسری کا سامان مہیا ہو گیا۔" قاسم کی بیوی نے حمید سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا آپ نے آج کا اخبار نہیں دیکھا۔"

"اوہ.... مجھے اُس قتل سے کوئی سروکار نہیں۔ محکمے میں اکیلے ہم ہی تو نہیں ہیں۔"

"ہاں تو حمید بھائی۔" قاسم بکرے کی ران ادھیڑتا ہوا بولا۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ.... قاتلوں کو اُسی ہیرے کی تلاش تھی اور وہ اُسے لے گئے.... دو چار قتل ابھی اور ہوں گے۔"

"کیا آج کل تم منشی تیرتھ رام کے ترجمے پڑھ رہے ہو۔" حمید نے پوچھا۔

"ہائیں! تمہیں کیسے معلوم ہوا۔" قاسم آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "اللہ قسم تم سو فیصدی سراغ رساں ہو۔ کیا نام تھا اس کا.... اماں.... وہی ہملاک شومز.... تم تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔"

"شرلاک ہومز....!" قاسم کی بیوی نے تصحیح کی۔

"ہملاک شومز....!" وہ گوشت ادھیڑتے ادھیڑتے رک کر اپنی بیوی کو گھورنے لگا۔

"آپ سمجھائیے۔" اس کی بیوی نے حمید سے کہا۔

"میں کوئی بچہ ہوں۔" قاسم دھاڑنے لگا۔ "مجھے کون سمجھائے گا۔"

"آپ کی یادداشت اس قابل نہیں ہے کہ اس پر بھروسا کیا جائے۔" بیوی نے اسے چڑھایا۔

"کیا....؟" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "ابے اُو.... شکورا.... کل سے ہمارا ناشتہ الگ لگے گا۔"

"جلدی کرو یار.... ورنہ پھر شکار۔"

"شکار....!" قاسم کی بیوی نے حمید کی بات کاٹ دی۔

"جی ہاں! ہم لوگ آج مچھلیوں کا شکار کھیلیں گے۔"

"میں بھی چلوں گی۔"

"ضرور.... ضرور....!" قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "آپ کے بغیر بھلا خاک شکار ہو گا۔"

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی ہوں۔"

"کیا حرج ہے! ضرور چلئے۔" حمید نے کہا۔

"میں نہیں جاتا۔" قاسم جھنجھلا کر بولا۔

"تو پھر پروگرام کیوں بنایا تھا۔" حمید بھی بگڑ گیا۔

"کیا پروگرام بنایا تھا۔" قاسم اُسے گھور کر بولا۔ "یہی کہ ایک بوریت بھی ساتھ لے چلیں گے۔"

"میں بوریت ہوں۔" قاسم کی بیوی نے اُسے للکارا۔

"جی ہاں! آپ بوریت ہیں۔"

"آپ کو شرم آنی چاہئے۔" اُس کی بیوی کا لہجہ کچھ اور تیز ہو گیا۔

"نہیں آنی چاہئے.... آپ بوریت ہیں۔"

"میں ابھی چچا جان کو فون کرتی ہوں۔" قاسم کی بیوی نے روہانسی آواز میں کہا۔

اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے قاسم کی روح فنا ہو گئی ہو۔ قاسم کی بیوی اُس کے باپ کو چچا جان کہتی تھی اور قاسم دنیا میں اپنے باپ کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔

قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے اور نوکر برتن اٹھا کر ٹرالی میں رکھ رہا تھا۔

"آپ کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑیں گے۔" اس کی بیوی بڑبڑائی۔

قاسم کچھ نہ بولا۔ وہ چھت کی طرف دیکھ رہا تھا اور حمید کو اُس کی بگڑی ہوئی حالت پر ہنسی آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قاسم کوئی مشین ہو اور اچانک اُس کا کوئی پرزہ ٹوٹ گیا ہو۔

"آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔" قاسم کی بیوی اُسے گھور کر بولی۔

"حمید بھائی۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ذرا دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔"

"کیوں.... خیریت۔" حمید نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مم.... میں.... اپنے الفاظ واپس لوں گا۔"

"نہیں! حمید بھائی کے سامنے۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی ہوئی بولی۔ "آپ نے اُن کے سامنے میری توہین کی ہے۔"

"میں واپس لے لوں گا۔" قاسم غرایا۔ "ابھی نہیں مجھے جلدی ہے۔"

"نہیں ابھی! ورنہ میں چچا جان۔"

"کردو فون۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں کسی سے نہیں ڈرتا۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ اُسے دھمکاتی ہوئی بولی اور کمرے سے چلی گئی۔ قاسم بدحواسی میں طرح طرح کے منہ بنا کر اُسے جاتے دیکھتا رہا۔

"لے چلونا....! آخر کیا حرج ہے۔" حمید اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"یار حمید بھائی! مجھے تو موت بھی نہیں آتی ہے۔" قاسم نے بے بسی سے کہا۔

"او قاسم الہڈھگ! خدا تجھے سچ مچ غارت کرے۔ ارے تم اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔"

"کیوں....؟" قاسم کو پھر غصہ آگیا۔

"اتنے لحیم شحیم اور طاقت ور آدمی ہو کر عورتوں کی طرح خود کو کوستے ہو۔"

"عورتوں کی طرح؟" قاسم جھینپ کر بولا۔

"چلو جلدی کرو! ساری تفریح برباد ہو گئی۔"

"ہاں اور کیا۔" قاسم جلدی سے بولا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ "ابا جان سے ضرور شکایت کردے گی۔"

"تو کیا ہو گا۔"

"گڑبڑ ہو گی۔ بڑی گڑبڑ ہو گی حمید بھائی۔"

"ابے چل! میں تجھے کسی سرکس میں نوکری دلوادوں گا۔"

قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم گیرج سے اپنی کار نکال رہا تھا پھر جب کار کمپاؤنڈ سے باہر جانے لگی تو قاسم کی بیوی نے نہایت اطمینان سے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گئی۔ قاسم اور حمید اگلی سیٹ پر تھے۔

"میں نہیں جاؤں گا۔" قاسم کار روک کر مچل گیا.... اور حمید نے قہقہہ لگایا۔

"جانا پڑے گا۔" بیوی بولی۔ "اور بوریت ساتھ جائے گی۔"

"ارے میں اپنا الفاظ واپس لیتا ہوں بابا۔" قاسم نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ میں بوریت نہیں ہوں۔" اُس کی بیوی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں! نہیں! نہیں!"

"تو پھر مجھے لے چلنے میں کیا قباحت ہے۔"

"ارے.... مار ڈالو.... مجھے مار ڈالو۔" قاسم اپنی ٹائی سے اپنا گلا گھونٹنے لگا حمید نے بدقت تمام اُس کے ہاتھوں سے ٹائی کے دونوں سرے چھڑائے۔

"تو آپ نہیں لے جانا چاہتے مجھے۔"

"نہیں! ہرگز نہیں۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔" وہ چڑ کر بولی۔ "مچھلی کے شکار کا بہانہ ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ شکار سی شور بیدنگ کلب کے گھاٹ کے قریب کھیلا جائے گا جہاں اینگلو انڈین لڑکیاں لنگوٹی باندھ کر نہاتی ہیں۔"

"لنگوٹی.... ارے لاحول ولا.... توبہ۔" قاسم ہکلایا۔ "لنگوٹی نہیں سوئمنگ ڈریس۔"

"اُردو میں اُسے لنگوٹی ہی کہیں گے۔" اس کی بیوی بولی۔

"ہرگز نہیں! لنگوٹی بالکل الگ چیز ہے اس میں اوپر کا حصہ کہاں ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہو! یا نہ ہوتا ہو! بہر حال شکار کا بہانہ ہے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" حمید نے صفائی پیش کی۔

"معاف کیجئے گا حمید بھائی۔ آپ ہی انہیں برباد کر رہے ہیں۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"اے.... اے.... اغ.... الاقسم۔" قاسم ہکلایا۔ "حمید بھائی تو مجھ سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھا کرو۔"

"میں انہیں آپ سے زیادہ جانتی ہوں۔"

"ہائیں! کیا مطلب!" قاسم حمید کو گھورنے لگا۔ کبھی وہ اپنی بیوی کو گھورتا تھا اور کبھی حمید کو۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "کیوں حمید بھائی میں کیا سن رہا ہوں۔"

حمید کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے۔ "قاسم کی ذہنی رو کو بہکتے دیر نہیں لگتی تھی وہ اپنی بیوی کے اس جملے کو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھا ہو۔"

"بولتے کیوں نہیں۔" قاسم حلق پھاڑ کر چیخا۔ "یہ تمہیں کس طرح جانتی ہے۔"

"اپنی زبان سنبھالئے۔" قاسم کی بیوی بھی چیخی۔

قاسم کار سے اُتر گیا۔

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" حمید نے کہا۔

"ہوش کی ایسی تیسی۔ تم بتاؤ مجھے یہ تمہیں کس طرح جانتی ہے۔"

"میں کیا بتاؤں۔ انہیں سے پوچھ لو۔" حمید کو ہنسی آ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے....! وہ اپنی بیوی کی طرف مڑا۔ "تم کس طرح جانتی ہو انہیں۔"

"دماغ ٹھیک ہے یا نہیں۔" اس کی بیوی گرج کر بولی۔ "آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"میں تو کچھ نہیں سمجھتا۔ تم بتاؤ کیسے جانتی ہو۔"

"چھوڑ یار۔" حمید نے پھر دخل اندازی کی۔ "مچھلیاں....!"

"مچھلیاں گئیں جہنم میں.... میں بڑا خراب آدمی ہوں۔"

"اچھا تو پھر....!" حمید سنجیدہ بن کر بولا۔

"تو پھر....؟" قاسم اُسے گھورنے لگا۔ "اگر مجھے ثبوت مل گیا تو تمہیں زندہ دفن کر دوں گا۔"

"کیا بک رہے ہیں آپ اپنی زبان سنبھالئے۔" قاسم کی بیوی چیخ پڑی اور پھر وہ نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتی کار سے اُتر کر اندر چلی گئی۔ حمید کو اب بُری طرح غصہ آ گیا تھا۔ لیکن قاسم پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ وہ اب بھی نیچے کھڑا حمید کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

دفعتاً حمید کو اس کی دکھتی ہوئی رگ یاد آ گئی۔

"تم بالکل عورتوں کی طرح شکی ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"عورتوں کی طرح۔" قاسم بل کھا کر رہ گیا۔

"عورتوں سے بھی بدتر! تمہیں شرم آنی چاہئے ٹھیک ہے تم اسی قابل ہو کہ وہ تم سے نفرت کرے تم نے اس وقت سچ مچ اُس کی توہین کی ہے۔"

قاسم اُسے احمقوں کی طرح دیکھتا رہا پھر ایک جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بہانہ تراشنا چاہتا ہو۔ اور حقیقتاً یہی ہوا بھی تھا۔

"تو پھر بتاؤ" وہ ہنستا ہوا بولا۔ "کس طرح پیچھا چھڑاتا۔ ساری تفریح برباد ہو کر رہ جاتی۔"

"نہیں جاؤ معافی مانگو اُس سے۔"

"معافی! ہرگز نہیں.... قیامت تک نہیں۔"

"اگر اس نے تمہارے باپ سے شکایت کر دی تو۔"

"یار تم کیوں! میری تفریح برباد کرنا چاہتے ہو۔" قاسم بڑبڑاتا ہوا کار میں بیٹھ گیا۔ "آج پتہ

نہیں کس کا منہ دیکھا تھا۔ ٹھیک یاد آیا.... بیگم پارا کی تصویر تھی.... یار ہے بڑی کراری عورت۔"

سوئیمنگ کلب

سی شور سوئیمنگ کلب کا گھاٹ صرف ممبروں کے لئے تھا اور دونوں اُس کے باقاعدہ ممبر تھے آج چونکہ اتوار تھا اس لئے یہاں خاصی بھیڑ تھی اور خاص طور سے غیر ملکی لوگ زیادہ نظ آرہے تھے۔

قاسم گھاٹ پر پہنچتے ہی ہاتھ سے نکل گیا۔

"حمید بھائی! الا قسم بڑی تگڑی ہے۔" وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔ اشارہ ایک ایسی عورت کی طرف تھا جو سوئیمنگ ڈریس میں کسی چھپکلی ٹانگوں پر کھڑے ہوئے مینڈک کَ طرح لگ رہی تھی۔

اس بھیڑ میں شاید قاسم ہی کا سب سے زیادہ قد آور جسم تھا اس لئے سب کی نظریں اس کَ طرف اٹھ رہی تھیں۔ حمید کو بڑا لطف آرہا تھا لیکن اس کی یہ تفریح زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی کیونکہ اچانک اس بھیڑ میں اُسے ایک ایسا چہرہ دکھائی دیا جس سے بھاگ کر وہ یہاں آیا تھا۔ فریدی کا چہرہ تھا حمید اس کی نظروں سے بچنے کی کوشش کرنے لگا وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی یہاں کیا کام؟ کیونکہ وہ اس قسم کی تفریحات میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا حالانکہ وہ ایک ما تیراک تھا لیکن غسل کے لئے بھی غسل خانے سے باہر قدم نہیں نکالتا تھا اُسے اپنے جسم کَ نمائش سے دلچسپی نہیں تھی پھر آخر وہ یہاں کیوں آیا تھا؟

حمید بچتا رہا لیکن آخر فریدی کی نظر اس پر پڑ ہی گئی اور خلاف توقع حمید نے اس کے چہرے جھنجلاہٹ کے آثار کے بجائے مسکراہٹ دیکھی.... ایک معنی خیز مسکراہٹ پھر فریدی نے اُ اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

"مجھے توقع نہیں تھی کہ تم یہاں مل جاؤ گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"چلئے میں بھول جاؤں گا کہ آپ مجھے یہاں ملے تھے۔" حمید نے اسے آنکھ مار کر کہا۔

"کہئے کس لڑکی کی ٹانگیں پسند آئیں۔"

"ابے تو کیا میں....!"

"صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں...." حمید نے اس کی بات کاٹ دی۔ "آپ بھی آخر آدمی ہی ہیں.... لیکن یوں چھپ چھپ کر.... میرے خیال سے اس کی ضرورت نہیں۔"

"سنو! فرزند میں یہاں ٹانگیں دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔ میں گوشت خور ضرور ہوں۔ مگر آدم خور نہیں بکواس بند کرو اور کام کی باتیں کرو۔ اُس بھوری مونچھ والے انگریز کو دیکھ رہے ہو نا اور وہ عورت جس نے پٹیوں دار سوئیمنگ ڈریس پہن رکھا ہے۔"

"ٹھہریئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "وہ جوزف پیٹر تو نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھے اور وہ عورت اُس کی بیوی ہے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیا آپ جانتے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا گھر سے کیوں بھاگا تھا۔"

"اچھی طرح۔" فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "لیکن یہ تمہاری بد قسمتی ہے کہ کام تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا اگر تم اس وقت جہنم کا بھی رخ کرتے تو میں تمہیں وہیں ملتا۔"

"مجھے یقین ہے.... اور میں جان بوجھ کر اُدھر کا رخ نہ کرتا۔"

"خیر چھوڑو.... تمہیں کم از کم دو گھنٹے تک ان دونوں کو یہیں روکنا ہے۔" فریدی جیب سے سگار کیس نکالتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟"

"میں ان کے مکان کی بے ضابطہ تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ کل رات کو عرفانی کے مکان میں تنہا تھا۔"

"نہیں وہ کئی تھے لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا....؟"

"غالباً آپ اسی چیز کے لئے تلاشی لینا چاہتے ہیں جو وہ عرفانی کے مکان سے لے گئے اگر وہ کئی تھے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز جوزف ہی کے مکان پر مل جائے۔"

"اسے مجھ پر چھوڑو.... اچھا تو میں چلا۔ خیال رکھنا۔ دو گھنٹوں سے قبل وہ سولہ کنگس لین میں داخل نہ ہونے پائیں۔"

فریدی نے سگار سلگایا چند لمحے زمین پر نظریں جمائے کچھ سوچتا رہا پھر دفعتاً واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔ حمید کے لئے یہ مسئلہ تشویش ناک تھا وہ کس طرح انہیں روکے رکھتا۔ اُس نے قاسم کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جو اس دوران میں کہیں چلا گیا تھا۔ حمید نے سوچا ممکن ہے وہ کلب کی عمارت کے اندر چلا گیا ہو وہ وہیں ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اُس کی نظریں جوزف پیٹر اور اس کی بیوی کے تعاقب میں تھیں جوزف پیٹر چالیس پینتالیس سال کا ایک دبلا پتلا آدمی تھا لیکن چال ڈھال سے کمزور جسم والا نہیں معلوم ہوتا تھا اور اس کی بیوی؟ اس کے لئے اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ محض اس کی وجہ سے حمید نے اتنے ٹھنڈے دل سے ان دونوں پر نگاہ رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا ورنہ وہ آج کسی سرکاری کام کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم کلب کی عمارت سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اُس نے پیراکی کا لباس پہن لیا تھا حالانکہ اسے تیرنا بالکل نہیں آتا تھا اور نہ اُس نے کبھی پانی میں قدم رکھنے کی ہمت ہی کی تھی۔ ویسے وہ اس کلب کا باقاعدہ ممبر تھا اور یہاں کے سارے ممبر اُس سے بخوبی واقف تھے اور وہ بھی سب کو جانتا تھا۔ کلب کے دوسرے ممبروں کے متعلق حمید کی معلومات واجبی ہی سی تھیں بہتیروں کو وہ بالکل ہی نہیں جانتا تھا۔

"قاسم....!" حمید جوزف پیٹر کی بیوی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "وہ کون ہے؟"

"کیوں؟ ہے نا.... زوردار.... کتنی تگڑی ہے۔" قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"کیا تم اُسے جانتے ہو؟"

"کیوں نہیں.... اس کا نام پیملیا ہے اور میں اسے پیار سے پمو کہتا ہوں۔"

"پمو کہتے ہو۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ تم سے بے تکلف ہے۔"

"نہیں تو.... آج تک گفتگو بھی نہیں ہوئی میں.... یونہی بس دل ہی دل میں پمو کہتا ہوں۔"

"ہوں.... اور وہ اس کے ساتھ بھوری مونچھوں والا کون ہے۔"

"وہ اس کا شوہر جوزف ہے کاش میں بھی شوہر ہوتا۔"

"کسی فیل زادی کے۔"

قاسم نے کوئی جواب نہ دیا وہ بڑی توجہ اور لگاوٹ سے پیملیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پیملیا اور جوزف ریت پر چٹائی کی چھتری کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پیملیا کافی حسین تھی اور تیراکی کے

لباس میں تو وہ بالکل چینی کی گڑیا معلوم ہو رہی تھی جوزف کی توجہ اس کی طرف نہیں تھی وہ پانی میں چمچماتی ہوئی کرنوں کی طرف دیکھ رہا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ پیملیا قاسم کے پہاڑ جیسے جسم کو گھور رہی تھی۔ اکیلی وہی نہیں گھاٹ کی درجنوں نگاہوں کا مرکز قاسم ہی تھا۔

حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا سوچ رہا تھا کہ کاش قاسم بیوقوف اور ڈرپوک نہ ہوتا.... کاش اس میں عورتوں سے گفتگو کرنے کی صلاحیت ہوتی.... عورتوں کے معاملہ میں تو وہ ضرورت سے زیادہ ڈرپوک واقع ہوا تھا وہ کبھی کسی عورت سے گفتگو کرنے میں پہل نہیں کر سکتا تھا اور نئی جان پہچان والی عورتوں سے گفتگو کرتے وقت تو اُس بُری طرح اس کی سانس پھولنے لگتی تھی جیسے وہ کسی پہاڑی پر چڑھ رہا ہو الفاظ زبان سے ادا ہونے کے بجائے حلق سے نکلنے لگنے لگے تھے اور اُسے بار بار تھوک نگلنا پڑتا تھا۔

حمید یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے دفعتاً ایک عجیب وضع کا انگریز دکھائی دیا اُس نے اپنے سر پر بنارس کے پنڈتوں کی سی زرد رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی لیکن بقیہ لباس انگریزوں ہی کا سا تھا اس نے اپنے ماتھے پر تلک بھی لگا رکھا تھا اور چہرے پر ویسی ہی معصومیت تھی جیسی گوتم بدھ کے مجسموں میں پائی جاتی ہے.... وہ بڑے شاہانہ انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُسی چھتری کی طرف جا رہا تھا جس کے نیچے جوزف اور پیملیا بیٹھے ہوئے تھے۔

"قاسم....!" حمید یک بیک بولا۔ "کیا تم اسے بھی جانتے ہو۔ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

قاسم اسے دیکھ کر بے تحاشہ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "پنڈتوں کی نقل کرتا ہے سالا مگر حمید بھائی بڑا خوش قسمت ہے.... ایسی حسین حسین لونڈیوں کے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں آتے ہیں کہ بس۔" قاسم اپنے ہونٹ چاٹنے لگا۔

"وہ کس طرح؟" حمید نے پوچھا۔

"ہاتھ دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ہے۔"

"کیا تم نے اسے یہاں اکثر دیکھا ہے۔"

"کبھی کبھی دکھائی دیتا ہے...." قاسم بولا۔ "وہ دیکھو لونڈیوں کے پرے کے پرے اس کے پیچھے کھسکنے لگے ہائے ہائے الاقسم کیا مقدر ہے اور اپنی قسمت تو شائد مسور کی دال سے لکھی ہوئی ہے۔ آج میں بھی اس سالے کو اپنا ہاتھ دکھاؤں گا۔"

پنڈت نما انگریز جوزف کی چھتری کے نیچے پہنچ کر رک گیا اور اس کی بیوی نے اُسے دیکھ کر عجیب طرح کی آواز نکالی جوزف بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اس رویئے کا محرک احترام کا جذبہ نہیں بلکہ خوف تھا۔

پنڈت نما انگریز نے اس کی بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ بڑبڑانا شروع کیا۔ اس کی نظریں ہتھیلی پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ساتھ ہی جوزف کے چہرے پر خوف کے آثار اور زیادہ گہرے ہوتے جا رہے تھے۔

دوسری لڑکیاں اس انگریز جوتشی کے گرد اکٹھا ہونے لگیں۔

حمید نے دیکھا کہ جوزف بڑی تیزی سے اپنا سامان سمیٹ رہا ہے۔

"دیکھ رہے ہو حمید بھائی۔"

"قاسم...!" حمید بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کیا یہ اپنی کار پر آئے ہیں۔"

"ہاں....!"

"کار پہچانتے ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ سرخ رنگ کی اسپورٹس کار ہے اور جب وہ سرخ رنگ کے اسکرٹ میں اُس پر بیٹھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بیر بہوٹی پر بیر بہوٹی سوار ہو۔"

"چلو! مجھے اس کی کار دکھاؤ۔" حمید قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا بولا۔

دونوں تیزی سے اُس شیڈ کی طرف بڑھے جس کے نیچے کاریں کھڑی کی جاتی تھیں۔

"کیا معاملہ ہے؟" قاسم نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بس مجھے دور سے تم اس کی کار دکھا کر وہیں واپس چلے جانا جہاں تھے۔"

"شیڈ کے نیچے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس کار کے علاوہ دوسری نہیں تھی۔

"وہی سرخ رنگ والی۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں! لیکن کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں! بس اب تم واپس جاؤ۔"

"نہیں جاتا۔" قاسم پھیل گیا۔

حمید تیزی سے کار کی طرف بڑھا۔ آس پاس قاسم کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

بھی اس نے احتیاطاً چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر کار کے انجن پر جھک پڑا۔

قاسم آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہا تھا۔

حمید کی واپسی پر وہ تھوک نگل کر بولا۔ "کیوں؟.... بیڑا غرق کر دیا تم نے۔"

"بکو مت! آؤ چلیں۔" حمید نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"آخر اس کا کیا مطلب ہے۔"

"اُس عورت سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔"

"نہیں کچھ گڑبڑ ہے۔"

"ہو گی! تمہیں اس سے سروکار۔ اس معاملے میں زبان بند رکھنا۔"

"واہ.... یہ اچھی رہی۔" قاسم چلتے چلتے رک گیا۔ چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم نے اس کی کار میں کچھ گھٹالا کیا ہے۔"

"تم جانتے ہو! میں کون ہوں۔" حمید نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"خوب جانتا ہوں.... ہاں اب ذرا بتانا تو.... کہ تم میری بیوی کو کس طرح پہچانتے ہو۔"

"میں نہیں بلکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے۔"

"یہی سہی۔"

"تو اسی سے پوچھنا۔"

"پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔" قاسم مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "میں پمیلا سے اسی طرح تعارف حاصل کروں گا کہ اُسے تمہاری حرکت بتا دوں۔"

"اس سے پہلے ہی تم جیل میں ہو گے۔" حمید یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ "اور تمہارے باپ تمہاری ضمانت بھی نہ دے سکیں گے۔"

"کیوں....؟"

"بس یونہی! یقین نہ ہو تو اس کا ارادہ کر کے دیکھ لو۔ اسی جگہ ہتھکڑیاں لگ جائیں گی۔ کسٹم کا تھانہ دور نہیں ہے۔"

حمید آگے بڑھ گیا۔ قاسم چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بھی اُس کے پیچھے چل پڑا۔ دونوں گھاٹ کی طرف جا رہے تھے۔

یہاں انگریز جوتشی اب بھی لڑکیوں کے نرغے میں تھا جوزف اور اُس کی بیوی کپڑے پہن چکے تھے اور اب وہ موٹر والے سائبان کی طرف جانے ہی والے تھے حمید نے کنکھیوں سے قاسم کی طرف دیکھا جو بہت زیادہ بے چین نظر آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جوزف سے بتائے بغیر نہ رہے گا۔ اگر حمید اُسے معاملے کی نوعیت سمجھا دیتا تو شاید اُن بیچارے کو اس قسم کی جذباتی الجھن میں نہ مبتلا ہونا پڑتا۔

حمید نے سوچا کسی طرح اس کی توجہ جوزف اور اُس کی بیوی سے ہٹانی چاہئے۔

"قاسم....!"

"ہوں....!" قاسم ہونٹ سکوڑ کر غرایا۔

"تو کیا تم سچ مچ سراغ رساں بننا چاہتے ہو۔"

"نہیں....!" اس کی غراہٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"جیل جاؤ گے۔"

"سنو! حمید بھائی.... مجھے میرے ضمیر کی آواز پریشان کر رہی ہے وہ بیچارے.... کار اسٹارٹ نہ ہوگی۔"

"اب تم اس واقعے کو بھول جاؤ.... دیکھو.... وہ لڑکی.... جس کے بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں وہ تمہیں کس بُری طرح گھور رہی ہے تگڑی بھی ہے۔"

"ہائیں....؟ کہاں؟" قاسم بے ساختہ مڑا۔ "اوہ.... مگر اخروٹ کی رنگت کہاں ہے۔ منقیٰ کی رنگت۔ نہیں یہ بھی نہیں۔ مگر آنکھیں تو چلغوزہ جیسی ہیں۔ ہائے اس نے تو منہ پھیر لیا۔ حمید بھائی۔

"پھر دیکھے گی۔ ذرا میری طرف دیکھو۔" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ایسے موقع پر اپنی آنکھیں تھوڑی نشیلی بنا لیا کرو۔"

"اس سے کیا ہوگا۔" قاسم نے بڑے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ نہ پوچھو.... لڑکیاں اسی پر تو جان دیتی ہیں۔"

"مگر مجھ سے تو بنتا نہیں۔" قاسم بے بسی سے بولا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر یک بیک اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اور وہ جھینپی جھینپی سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "اگر دو تین پگ رم پی لوں کیسی رہے گی۔"

"بس مزہ ہی آجائے گا۔" حمید اس کی پیٹھ پر ٹھوکتا ہوا بولا۔ "تم واقعی بڑے عقل مند ہو۔ مجھے اس وقت ان لوگوں پر غصہ آرہا ہے جو تمہیں بیوقوف کہتے ہیں۔"

"میرا تو دل چاہتا ہے کہ سالوں کے سر توڑ دوں۔" قاسم دانت کچکچا کر بولا۔

"اچھا تو جاؤ۔ مگر زیادہ نہ پینا۔ پھر میں تمہیں عشق کرنے کیلئے کئی بالکل نئے گر بتاؤں گا۔"

"تم نہ پیو گے۔" قاسم نے کہا اور منہ چلانے لگا۔

"نہیں.... میں ڈیوٹی پر ہوں۔"

"ہائیں.... اتوار کو بھی ڈیوٹی۔"

"جاؤ بھی یار.... ورنہ وہ چلی جائے گی۔ میں نے اُسے تمہارے لئے منتخب کر لیا ہے۔"

قاسم احمقوں کی طرح ہنستا ہوا کلب کی عمارت کی طرف چلا گیا۔

اب حمید جوزف اور اس کی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔ دونوں سائبان کے نیچے موجود تھے اور جوزف کار کے انجن پر جھکا ہوا تھا۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا لیکن وہ پانچ چھ منٹ سے زیادہ مطمئن نہیں رہ سکا کیونکہ اب جوزف انجن بند کر کے سڑک کی طرف تنہا جا رہا تھا اور اس کی بیوی پھر گھاٹ کی طرف واپس آرہی تھی۔

"ٹیکسی....!" حمید نے سوچا۔ "یقیناً وہ ٹیکسی کرے گا۔ اگر ٹیکسی مل گئی تو۔"

اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ آخر اچانک اُسے یہاں سے رخصت ہو جانے کا خیال کیسے پیدا ہوا۔ کیا وہ جوتشی؟ کیا اُس نے اسے کوئی بُری خبر سنائی تھی؟ وہ جوتشی کون ہے؟

دوسرے لمحے میں حمید بڑی تیزی سے کلب کی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔ اندر داخل ہو کر اُس نے قاسم کی طرف بھی نہیں دیکھا جو ایک کیبن سے سر نکالے طرح طرح کے منہ بنا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ سیدھا ٹیلی فون آپریٹر کے کمرے میں چلا گیا۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں اسے جوزف پیٹر کا فون نمبر تلاش کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کیونکہ کنکس لین کوئی چھوٹی موٹی جگہ نہیں تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے نمبر ڈائیل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ لہجہ انگریزوں کا سا تھا۔

"کون بول رہا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جوزف پیٹر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ڈاکٹر زیٹو بول رہا ہوں.... سمجھے۔" حمید نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"اوہ.... اچھا.... حمید.... کیا بات ہے۔" اس بار بولنے والا اردو میں بولا۔

"گڑ بڑ.... میں نے بہت کوشش کی.... لیکن وہ چل پڑا.... تنہا۔"

"کوئی بات نہیں.... آنے دو.... میں بھی اب جا رہا ہوں۔ تمہاری سعادت مندی کا شکریہ.... مگر یہ طریقہ جو تم نے اس وقت اختیار کیا ہے مخدوش بھی ہے ہو سکتا ہے کہ میں یہاں موجود نہ ہوتا۔"

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور ریسیور رکھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے سر پر سے ایک بوجھ سا اُتر گیا تھا اور اب اُسے زندگی پہلے ہی کی طرح حسین نظر آنے لگی تھی۔

ہال میں پہنچ کر وہ قاسم کو تلاش کرنے لگا۔

"آؤ.... آؤ.... میری جان.... حمید بھائی۔" قاسم ایک کیبن سے منہ نکال کر بولا اس کی آنکھیں خطرناک حد تک نشیلی ہو گئی تھیں۔ حمید نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کئی پگ جھاڑ گیا ہے اور وہ یہی بھی جانتا تھا کہ قاسم اس معاملے میں بالکل اناڑی ہے۔

"کیوں؟" قاسم انگلی نچا کر جھومتا ہوا بولا۔ "ہو گئیں نا.... ناشیلی۔"

"بالکل بالکل....!" حمید نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم خاموش رہو گے۔ عشق صرف آنکھوں سے کیا جاتا ہے۔ ہونٹ بند۔ آنکھیں ہی سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔"

"تو پھر میں.... اوٹھوں۔" قاسم ہچکولے لیتا ہوا بولا۔ "لیکن.... مائیں کا سے اوٹھوں.... میرا سر.... ہائیں.... میرا سر۔"

قاسم گھبرائے ہوئے انداز میں اپنا سر ٹٹولنے لگا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں اب وہ عذاب جان نہ بن جائے۔ اس نے اُسے اس حال کو محض اس لئے پہنچایا تھا کہ کہیں وہ سچ مچ مسز جوزف سے جان پہچان نہ پیدا کر لے۔ قاسم کے ذہن میں بیٹھی ہوئی کسی بات کا نکال دینا بڑا مشکل کام تھا۔ اسی لئے حمید نے اسے اس راہ پر لگا دیا تھا لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اُسے خرمستیوں سے کس طرح روکے گا۔

"میرا سار.... غمید بھائی۔" قاسم نے ہانک لگائی۔

عجیب سانحہ

حمید نے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا تھا۔ مگر اب اس کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔ نشے کی حالت میں پہاڑ جیسے آدمی کو سنبھالنا آسان کام نہیں تھا اور پھر معاملہ قاسم کا تھا جس کا ذہنی توازن کبھی کبھی پیے بغیر ہی بگڑ جاتا تھا۔

بہر حال اب اس نے بڑی شد و مد سے اٹھنے کا تقاضہ شروع کر دیا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ گھاٹ پر پہنچ کر اُودھم نہ مچائے۔ جب اُس نے اس طرح شور مچانا شروع کر دیا کہ کاؤنٹر کلرک کو شکایت کرنی پڑی تو مجبوراً حمید اٹھا۔ اُس کی آج کی شرارت خود اسی کے لئے وبال جان ہو گئی تھی۔

قاسم نے باہر نکل کر حمید کو لپٹا کر رونا شروع کر دیا۔

"تم نے بہت بورا.... کیا غمید بھائی.... کار میں گھٹالا کر دیا.... ہائے پمو.... میری جان۔"

بہتیرے لوگ چونک کر انہیں گھورنے لگے۔

"قاسم! یہ کیا بیہودگی ہے۔" حمید اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"مجھے.... رو لینے دو.... ہائے پمو.... میری جان۔"

کسی نہ کسی طرح حمید خود کو چھڑا کر الگ ہٹ گیا۔ قاسم پھر لڑکھڑاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"غمید بھائی.... میرے پیارے بھائی.... پمو ڈارلنگ کے بھائی.... کار میں گڑ بڑ بھائی.... میری آنکھیں بھی ناشیلی.... آخروٹ.... اے آخروٹ۔"

بہت سے لوگ ان کے گرد اکٹھا ہو گئے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں حمید سوچ رہا تھا کہ کاش زمین ہی پھٹ جاتی۔

"پمو.... آآ...." قاسم نے ٹارزن کی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر نعرہ لگایا۔ پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین آدم کو جنت سے کس نے نکلوایا.... حمید بھائی نے۔"

اس نے رک کر اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

"ارے یہ تو قاسم ہے۔" کسی نے مجمع سے کہا۔ "خان بہادر عاصم کا لڑکا۔"

"ہاں.... ہے تو پھر۔" قاسم سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر حقارت سے

ہنس کر بولا۔ "مستوں پے.... انگلیاں.... نہ اٹھاؤ.... بہار میں.... اور اے پیارے بھائیو.... حمیدو.... بھائیو.... پمو ڈارلنگ کا بیڑہ.... غرق ہو گیا.... کار میں گھٹالا.... ہو گیا.... آخروٹ ہو گیا.... کسی کے بال آخروٹ کی طرح سخت ہیں.... کسی کے گال رس گلے.... اللہ قسم مجھے رَس گلے بہت پسند ہیں.... میری بیوی.... حمید بھائی کو اچھی طرح پہچانتی ہے کہاں ہو پیارے بھائی۔"

وہ آنکھیں بند کر کے حمید کو خلا میں ٹٹولنے لگا ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑاتا بھی جا رہا تھا۔

"پیارے حمید بھائی.... تم شوق سے میری بیوی کو پہچانو.... مگر تم نے پمو.... کا بیڑا.... کیوں غرق کر دیا۔"

حمید نے سوچا کہ اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ قاسم نشہ اترنے کے بعد اس کی جان کو آ جائے گا۔

سڑک پر اُسے کافی دور پیدل چلنا پڑا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ ایک خالی ٹیکسی مل گئی ورنہ اس طرف تو عموماً واپسی ہی کی ٹیکسیاں آتی تھیں۔

سب سے پہلے وہ خان ولا گیا کیونکہ وہاں اس کی موٹر سائیکل تھی۔ بہر حال وہاں سے گھر کی طرف واپسی میں وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے اُس انگریز جوتشی کو نظر انداز کر کے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس کی ظاہری حالت ایسی ہی تھی کہ عام آدمی بھی اس کی شخصیت میں دلچسپی لے سکتے تھے۔

حمید کو یقین تھا کہ جوزف اس جوتشی ہی کے کسی جملے پر بوکھلا کر وہاں سے بھاگا تھا۔ جوتشی کی شخصیت اس کی نظروں میں پُر اسرار ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن اس نے اسے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا حتی کہ سی شور بیدنگ کلب میں بھی نہیں۔ قاسم کے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اکثر وہاں آتا رہتا تھا۔ قاسم! حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی۔ یہ سب کچھ اُسی کی بدولت ہوا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ فریدی سے اُس جوتشی کا تذکرہ کرے گا یا نہیں۔ حالات ایسے تھے جن کی بناء پر فریدی اُس سے پوچھ سکتا تھا کہ اس نے جوتشی کا تعاقب کیوں نہیں کیا۔

فریدی گھر میں موجود نہیں تھا۔ اُس نے سوچا چلو غنیمت ہے۔ ابھی وہ کپڑے بھی نہیں اتار پایا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے جھنجھلا کر اس نامعقول ایجاد کی طرف دیکھا۔ لیکن ریسیور

ہر حال میں اٹھانا ہی تھا ہو سکتا تھا کہ دوسری طرف فریدی ہی ہو۔

"کیا فریدی صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"نہیں....!" حمید گردن جھٹک کر بولا۔

"میں انور بول رہا ہوں۔"

"بولے جاؤ! میں منع نہیں کرتا۔"

"کیا حمید ہو!"

"تمہیں اس سے کیا غرض۔"

"فریدی صاحب کہاں ہیں۔"

"کوٹ کی جیب میں تو نہیں ہیں ہو سکتا ہے میز پر ہوں۔ یا پھر بھولے سے تمباکو کی تھیلی میں چلے گئے ہوں۔"

"تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے.... بیہودے۔"

"اچھا جی۔" حمید سرخ ہو کر بولا۔ "یہ تم بول رہے ہو۔ ہڈیاں دکھتی ہوں گی۔"

"میں پوچھ رہا ہوں فریدی صاحب کہاں ہیں۔"

"ابے کیا میں فریدی صاحب کی دم میں بندھا رہتا ہوں۔"

"ہوش میں ہو یا نہیں۔"

"میں بھلا کیوں ہوش میں رہنے لگا۔ ایک عورت کی کمائی کھاتا ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

حمید کو اپنے آخری جملے پر بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ رشیدہ کے سلسلے میں انور پر چوٹ کر کے وہ ہمیشہ خوش ہوتا تھا۔ ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ حمید کو ان دونوں کے تعلقات پر رشک آتا تھا۔ رشیدہ تو سچ مچ خود اس کے خوابوں کی تعبیر تھی۔ جسے حالات نے انور کے حصے میں لا ڈالا تھا۔

حمید کپڑے اُتار کر غسل خانے کی طرف جا رہا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

اور اس بار کال ریسیو کرتے وقت وہ بُری طرح دانت پیس رہا تھا۔ لیکن اب کی دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی تھی۔ حمید نے دانت پیسنا بند کر کے سامنے والی دیوار کو آنکھ ماری۔

"ہیلو.... کیا حمید صاحب بول رہے ہیں۔"

"فرمایئے.... آپ کون ہیں۔" حمید کے لہجے میں شہد کی نہریں بہہ رہی تھیں۔

"رشیدہ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ....!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "تو اب تم بور کرو گی۔"

"تمہیں بہت دنوں سے نہیں دیکھا سخت بے چین ہوں۔"

حمید بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ انور اپنے اخبار کے لئے کوئی ایسی خبر چاہتا ہے جو کسی دوسرے اخبار میں نہ ہو۔

"اوہ تم! خاموش کیوں ہوگئے۔" رشیدہ نے پھر پوچھا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ امریکہ نے ایک ایسا ٹیلی فون ایجاد کیا ہے جس پر بولنے والوں کی شکل بھی دکھائی دیا کرے لہٰذا قبل اس کے کہ وہ نامراد ایجاد ہمارے یہاں تک پہنچے میں مر جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہو! تو کیا واقعی بور ہو رہے ہو۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"نہیں تو اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری سالگرہ پر تمہیں کیا تحفہ دوں۔"

"شکریہ! تمہیں میرا اتنا خیال ہے۔"

"ہاں رشیدہ۔" حمید اس طرح بولا جیسے اُسے کچھ یاد آگیا ہو۔ "میں خود تمہیں فون کرتا۔ تمہیں یاد ہے وہ کون سا سانپ تھا جسے فریدی صاحب نے بیرن آئی لینڈ میں رائفل کا نشانہ بنایا تھا۔"

"جاراکاکا۔"

"جاراکاکا.... ٹھیک.... شکریہ۔" حمید بولا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں.... کوئی خاص بات نہیں۔"

"ضرور کچھ چھپا رہے ہو۔"

"بتا تو دوں مگر پھر سوچتا ہوں کہ تم پیٹ کی ہلکی ہو۔ انور سے ضرور بتا دو گی۔ مگر نہیں. میں نہیں بتاؤں گا.... انور کسی نئی چیز کے چکر میں ہے اُس نے ابھی مجھے فون کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تم دونوں کی سازش ہو۔"

"حمید ڈیئر.... پلیز....!"

"نہیں مجبوری ہے.... میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"تم بڑے سنگدل آدمی ہو۔"

"جو دل چاہے کہو۔ میں فریدی صاحب کی اجازت کے بغیر نہیں بتا سکتا۔"

"تو اُن سے پوچھ لو نا۔"

"اچھا.... میں اُن سے پوچھ کر تمہیں مطلع کر دوں گا۔ بر سبیل تذکرہ۔ کیا تم کسی ایسے انگریز جوتشی سے واقف ہو جو بنارس کے پنڈتوں کی سی پگڑی سر پر باندھتا ہو.... زرد پگڑی۔"

"بلاشبہ واقف ہوں۔ شاید تمہارا اشارہ جیر اللہ شاستری کی طرف ہے۔"

"اوہو....! جیر اللہ شاستری۔" حمید بڑبڑایا۔ "تو یہ وہی حضرت تھے۔"

"کیا کہا.... میں نہیں سمجھی۔"

"اچھا رشیدہ میں بہت مشغول ہوں۔" حمید نے کہا اور ٹیلی فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید سوچ میں پڑ گیا کہ اگر وہ حقیقتاً جیر اللہ شاستری ہی تھا تو اس پر کسی قسم کا شبہہ کرنا کہاں تک درست ہوگا۔ حمید نے اب تک صرف اس کا نام ہی سنا تھا۔ شہر کے تعلیم یافتہ طبقوں میں شاید ہی کوئی ایسا رہا ہو جس نے اس مشرق پرست انگریز کے متعلق کچھ نہ سنا ہو۔ وہ سنسکرت کا بہت بڑا عالم اور جوتش کا ماہر تھا۔ ہندو فلسفے پر اُس کی گہری نظر تھی۔ سنسکرت اور ہندو فلسفے میں ریسرچ کرنے والے طلباء اُس سے مدد لیا کرتے تھے۔

اس پر شبہہ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ کی وجہ اور بھی تھی.... اور وہ وجہ یہ تھی کہ وزیر اعظم اُس کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ حمید بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ مگر واقعات .... آخر جوزف اچانک وہاں سے کیوں بھاگا۔ ظاہری حالات تو ایسے نہیں تھے جن کی بناء پر اُس کی وہاں سے اچانک روانگی کو قرین قیاس سمجھا جا سکتا۔ وہ اور اُس کی بیوی تو بڑے اطمینان سے موسم کا لطف اٹھا رہے تھے اور اس وقت تک شاید انہوں نے پانی میں ایک غوطہ بھی نہیں لگایا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی۔ اس بار بھی رشیدہ ہی تھی۔

"تم نے جیر اللہ کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔" وہ پوچھ رہی تھی حمید چند لمحے ماؤتھ پیس میں گھورتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "تم بڑی ذہین ہو رشیدہ.... تم مجھ سے پوری بات پوچھ کر ہی رہو گی۔"

خیر سنو! لیکن انور سے ہرگز نہ بتانا۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں۔"

حمید پھر مسکرایا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انور اور رشیدہ کو دو مختلف شخصیتیں سمجھنا حماقت ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت بھی فون پر گفتگو کرنے والا انور ہی رہا ہو۔ کیونکہ وہ آواز بدلنے پر پوری طرح قادر تھا۔

"اچھا رشیدہ....!" حمید لمبی سانس لے کر بولا۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ عرفانی کے قاتلوں کو کسی چیز کی تلاش تھی.... لیکن وہ انہیں نہیں مل سکی۔ حقیقتاً وہ ہمارے قبضے میں ہے۔"

"کیا چیز ہے؟" رشیدہ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"جاراکاکا سانپ کی شکل کا ایک پیتل کا سانپ جس کے پھن پر جیراللہ شاستری کا فوٹو نصب ہے۔"

"مذاق نہ کرو۔"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو رشیدہ۔" حمید بگڑ کر بولا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ ریسیور رکھ کر ہٹا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔ اس بار مکا تان کر وہ ٹیلی فون کی طرف جھپٹا۔

"کیوں خواہ مخواہ بھیجا چاٹ رہی ہو۔" حمید ماؤتھ پیس میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کیا بکواس ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی لیکن یہ کسی مرد کی تھی۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"سولہ کنکس لین میں فوراً پہنچو.... میں فریدی بول رہا ہوں۔"

حمید "ہیلو ہیلو" ہی کرتا رہ گیا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید کی جھلاہٹ شباب پر تھی۔ مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ کنکس لین تک پہنچنے میں پندرہ منٹ صرف ہوئے اور یہ پندرہ منٹ کس طرح گذرے حمید کو اس کی خبر نہیں کیونکہ اُس کا ذہن اس کی کھوپڑی سے ایک فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا.... سولہ نمبر کی عمارت کے سامنے اس نے موٹر سائیکل روک دی۔

فریدی اندر موجود تھا اُس نے بڑی سرد مہری سے اس کا "استقبال" کیا پھر وہ دونوں ایک کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

حمید کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ حالانکہ زمین پر چت پڑے ہوئے آدمی کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن پہلی ہی نظر میں حمید کو ایسا محسوس ہو گیا تھا کہ وہ لاش ہے۔ یہ جوزف پیٹر کی لاش تھی۔ اُس کے ہونٹ سکڑ گئے تھے اور آنکھیں چھت کی طرف گھور رہی تھیں۔ چہرے پر خوف وہراس کے آثار منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔

"یہ کیسے ہوا....؟" دفعتاً حمید نے فریدی کی طرف مڑ کر تیز قسم کی سرگوشی کی۔

"تمہارا فون ملتے ہی میں یہاں سے چلا گیا تھا۔ لیکن مکان کی نگرانی کے لئے دو آدمی چھوڑ دیئے تھے ان کا بیان ہے کہ جوزف بڑی سراسیمگی کے عالم میں یہاں آیا تھا اور پھر شاید دو یا تین منٹ بعد انہوں نے عمارت میں ایک خوفناک چیخ سنی اور جب وہ یہاں آئے تو انہوں نے اس کو اسی حالت میں پایا۔

"موت کا سبب....!"

"نامعلوم! جسم پر کوئی زخم نہیں ہے۔ البتہ گردن پر ایسے نشانات ملے ہیں جنہیں میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا.... البتہ یہ دیکھو۔"

فریدی نے فرش کی طرف اشارہ کیا جہاں بھورے رنگ کے بے شمار بال بکھرے ہوئے تھے۔ فریدی نے ایک بال چٹکی میں لے کر حمید کے چہرے کے سامنے کر دیا۔ یہ بال تقریباً چھ یا سات انچ لمبا رہا ہو گا۔

"کوئی عورت....!" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"اگر یہ بال کسی عورت کے ہیں تو وہ یقیناً ریچھ کی اولاد ہو گی۔"

"پھر....!"

"کسی عورت یا مرد کے بال اتنے سخت نہیں ہو سکتے اور دوسری بات یہ کہ کیا وہ عورت پوری عمارت میں اپنا سر کھجاتی پھری ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس قسم کے بال کئی جگہ ملے ہیں لیکن اس کمرے میں سب سے زیادہ ہیں۔"

"پھر آپ نے کیا سمجھا ہے؟"

"کچھ نہیں.... ابھی میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔"

"اُس کی بیوی واپس آئی۔"

"ہاں.... وہ اوپری منزل پر ہے اور اس نے ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں بتائی۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اُن معاملات سے لاعلم ہے۔"

"کن معاملات سے۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے یہاں کی تلاشی کیوں لی تھی۔"

"میں غیب داں تو نہیں۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"احمق ضرور ہو۔ کیا تمہیں کسی قمیض کا وہ جیب یاد نہیں جو ہمیں عرفانی صاحب کے یہاں ملا تھا۔"

"اوہ.... تو کیا....!"

"مجھے وہ قمیض یہاں مل گئی ہے جس کا جیب غائب ہے۔ غالباً جدو[illegible] دوران میں عرفانی صاحب کا ہاتھ جیب پر پڑ گیا تھا۔ جوزف بیوقوف تھا جو اس نے [illegible]س کو ضائع نہیں کر دیا۔" فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر یکا یک چونک کر بولا۔ "وہ یک[illegible] ہاں سے بھاگا کیوں تھا۔"

حمید نے مختصراً جیر اللہ شاستری والا واقعہ دہرایا۔ اس دوران میں فریدی کی نظریں لاش پر جمی رہی تھیں اور اس کی پیشانی پر بار بار سلوٹیں پڑ جاتی تھیں۔

"جیر اللہ کے متعلق آپ کیسی رائے رکھتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ ہمیشہ میرے لئے پُراسرار رہا ہے مگر اتنا نہیں کہ میں اسے کسی قسم کے جرائم سے متعلق سمجھوں۔"

"وہ ہے کیا بلا۔"

"اسے مشرقی علوم خصوصاً سنسکرت اور فلسفے سے عشق ہے۔ انگلستان کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتا ہے محض اکتساب علم کے شوق میں اُس نے اپنا خاندانی اعزاز اپنے چھوٹے بھائی کو سونپ کر مشرق کی راہ لی۔ ورنہ وہ اس وقت لارڈ آرتھر جیر اللہ ہوتا۔"

"اوہو....! تو کیا وہ لارڈ نکسن جیر اللہ کا بھائی ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"قطعی.... چلو اب ہمیں ایک بار پھر جوزف کی بیوی سے ملنا پڑے گا۔"

اوپری منزل پر پہنچ کر وہ اس کمرے میں داخل ہوئے جہاں پیملیا تکیوں میں سر ڈالے پڑی تھی۔ ان کی آہٹ پر چونک کر اس نے سر اٹھایا۔ اُس کے چہرے پر غم کے بجائے خوف کے آثار

تھے۔ آنکھیں سرخ ضرور تھیں لیکن یہ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ رونے ہی کی وجہ سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں پھر تکلیف دے رہا ہوں۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کہئے.... میں اس وقت ہوش میں نہیں ہوں۔"

"بیدنگ کلب میں جیر اللہ سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" پیملیا یک بیک اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ خود بخود بڑبڑانے لگی۔

"انہوں نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ وہی ہوا.... وہی ہوا۔"

"کیا کہا تھا۔" فریدی بولا۔

پیملیا چند لمحے اپنی ویران آنکھیں پُرخیال انداز میں فریدی کے داہنے شانے پر جمائے رہی پھر بولی۔ "انہوں نے کہا تھا.... کہ آج تم دونوں کو گھر سے نہ نکلنا چاہئے تھا۔ آج کا دن تمہارے لئے انتہائی خطرناک ہے۔"

"اس سے اس کا کیا مطلب تھا۔"

"اوہ.... مطلب کیا اب بھی مطلب پوچھنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" پیملیا نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔

"پچھلی رات.... میں نہیں جانتی۔ شاید وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں تھا۔ تین بجے واپس آیا تھا۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے پچھلی رات ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔"

"کیا....؟" پیملیا اچھل کر کھڑی ہو گئی اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ یک بیک وہ چیخ پڑی۔ "تم جھوٹے ہو.... جوتی مہاتما بدھ کا سچا پیرو تھا.... یہ بکواس ہے.... نکل جاؤ یہاں سے۔" پھر وہ پاگلوں کی طرح حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگی۔ "یہ وحشیوں کی سرزمین ہے.... یہ جنگلیوں کی بستی ہے.... یہ غلط ہے.... مہاتما بدھ یہاں نہیں پیدا ہوئے تھے۔"

پُراسرار جوتشی

دوسری صبح سرجنٹ حمید اور انسپکٹر فریدی، جیر اللہ شاستری کی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

فریدی نے اتنی سختی سے دانتوں پر دانت جمار کھے تھے کہ اس کے جبڑوں کے مسلس اُبھر آئے تھے اور اس کی آنکھیں سامنے سڑک پر گھور رہی تھیں۔ حمید نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا اور نتھنے پھلا کر "شوں شوں" کرنے لگا۔ پھر اچانک چونک کر بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سارے انگریز بڈھسٹ کیوں ہوئے جارہے ہیں۔"

"ہوں....!" فریدی بڑبڑایا۔ "کل تم نے قاسم کے ساتھ شرارت کی تھی۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا....؟"

"اُس نے آج صبح فون پر تمہاری شکایت کی تھی۔"

حمید ہنسنے لگا.... اور پھر اُسے قاسم والا واقعہ دہرانا بھی پڑا۔

"تمہیں سینکڑوں بار سمجھا چکا ہوں کہ دوسروں کو ایسے معاملات میں شریک نہ کیا کرو۔" فریدی بولا۔

"مجبوری تھی۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

کیڈی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فریدی بڑبڑانے لگا۔

"عرفانی کا پُر اسرار قتل.... کسی چیز کی تلاش.... مرنے والے نے نیشنل بنک کا نام لیا تھا۔ کیا وہ چیز قاتلوں کو نہیں مل سکی.. کہیں عرفانی نے اُسے نیشنل بنک میں نہ رکھا ہو۔"

"میرا خیال ہے" حمید بولا۔ "جوزف کی موت عرفانی کی موت سے بھی زیادہ پُر اسرار ہے۔ آخر وہ بال کیسے تھے۔"

"پتہ نہیں.... لیکن یہ تو صاف ہے کہ جوزف محض راز داری کے لئے مارا گیا۔ سازشیوں کو یقین تھا کہ وہ ضرور پکڑا جائے گا۔"

"ہوسکتا ہے کہ انہیں اس بات کی اطلاع ہوگئی ہو کہ آپ اس کے مکان کی تلاشی لے رہے ہیں۔"

"ہوں.... یہ تو بعد کی باتیں ہیں آخر وہ کیا چیز تھی جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا۔ قاتل اسے تلاش کرنے میں اتنے منہمک ہوگئے تھے کہ وہ عرفانی کو بالکل ہی بھول گئے حتیٰ کہ ان کو خبر نہ ہوئی کہ کب ان کا شکار رینگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔"

"جوزف کی موت....!" حمید بڑبڑایا۔

"اونہہ اسے فی الحال بھول جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس کا قاتل اُس کے لئے نہ صرف ڈراؤنا بلکہ حیرت انگیز بھی تھا اور اس کی موت اتنی جلد واقع ہوئی کہ خوف و تحیر کے آثار مرنے سے قبل اس کے چہرے سے رفع نہ ہوسکے اور اپنے نشانات مرنے کے بعد بھی چھوڑ گئے۔ اسے بھی لکھ لو۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ عام نظریئے سے مختلف ہوگی۔"

"یعنی....!" حمید فریدی کو گھور کر بولا۔

"عام نظریہ یہ ہے کہ جوزف کو گلا گھونٹ کر مارا گیا لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دم گھٹ کر مرنے کی کہانی سنائے گی۔"

"کیا آپ نے اس قسم کی کوئی ہدایت دی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں.... وہ رپورٹ قطعی درست ہوگی۔ ابھی تک میں معاملات کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکا۔ اس لئے طریق کار متعین کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"آخر رپورٹ میں ہوگا کیا۔"

"موت کی وجہ، دم گھٹنے کے بجائے حرکت قلب کا اچانک بند ہوجانا ظاہر کرے گی۔"

"اور یہ رپورٹ سچی ہوگی۔" حمید بڑبڑایا۔ "لیکن وہ نشانات جو اسکی گردن پر پائے گئے ہیں۔"

"ہاں نشانات بھی تھے۔ لیکن موت خوف کی شدت سے واقع ہوئی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی.... پھر فریدی نے پوچھا۔

"اس کی بیوی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"ہے ہے! چاند کا ٹکڑا ہے ظالم۔"

"ہوں....!" فریدی نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"آپ نے تو دیکھا تھا اُسے۔" حمید لہک کر بولا۔ "غسل کے لباس میں... کتنا سڈول جسم ہے۔"

"ابے تو کیا میں اُس کے حسن کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"آپ پوچھیں یا نہ پوچھیں۔ مجھے سچی بات کہنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔" حمید بھی اُسی لہجے میں بولا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر کہنے لگا۔ "مجھے اس بدنصیب عورت سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے تو اسی میں شبہ ہے کہ جوزف حقیقتاً اُس کا شوہر تھا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"رہا ہو! یا نہ رہا ہو۔ لیکن میں یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ جوزف کے

جرم سے واقف نہیں تھی۔"

"کس بناء پر کہہ رہے ہو۔"

"اس بناء پر کہ وہ اب تک زندہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ دوسرے لوگ بھی زندہ ہی ہوں گے جو .... جوزف کے ساتھ تھے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

حمید نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا۔ "جوزف کی موت اس لئے واقع ہوئی کہ کہیں پولیس اس سے کچھ معلوم نہ کرلے۔ یہی چیز پیملیا کے لئے بھی ہوسکتی ہے ظاہر ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کا پتہ نہیں لگا سکے۔"

"پیملیا سے پولیس کچھ نہ معلوم کرسکے گی۔ اسی لئے وہ اب تک زندہ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جوزف بیوقوف اور لاپرواہ آدمی تھا اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اُس قمیض کو ضائع کردیتا وہ ذہنی طور پر حقیقتاً ایسا ہی رہا ہوگا کہ پولیس کو اس سے کافی مدد ملتی۔"

"باتوں میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔" حمید نے اکتا کر بات ختم کرنے کے لئے کہا۔

"ویسے تم کشتی میں مجھ سے جیت سکتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اوہ! خوب یاد آیا۔" حمید نے کہا۔ "آپ فری اسٹائیل کشتی کے داؤں پیچ سے تو واقف ہی ہوں گے۔"

"ہاں .... کیوں ....؟"

"عنقریب فری اسٹائل کا ایک دنگل شروع ہونے والا ہے۔ مغربی ممالک کے پہلوان بھی آرہے ہیں۔"

"پھر ....!"

"میں قاسم کو کسی سے لڑانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ اس میدان میں ایک غیر معروف آدمی ہے اس لئے میں کافی پیسے پیدا کرلوں گا۔"

"اچھا .... یہ پیشہ کب سے اختیار کیا ہے۔"

"کیا حرج ہے اس میں .... کچھ احمق رئیسوں سے کچھ روپے وصول کرلوں۔"

"کس طرح وصول کرو گے۔"

"قاسم کی جوڑ پر شرط بد کر۔"

"خیال بُرا نہیں۔ لیکن مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"آپ قاسم کو فری اسٹائل کے طریقے بتایئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ جیرالڈ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے تھے فریدی نے کیڈلاک کو کمپاؤنڈ کے اندر لے جانے کے بجائے پھاٹک ہی پر روک دیا اور وہ دونوں اُتر کر اندر چلے گئے برآمدے میں کوئی نہیں تھا فریدی نے آگے بڑھ کر گھنٹی بجائی۔

تھوڑی دیر بعد اندر قدموں کی آواز سنائی دی دروازہ ذرا سا کھلا اور ایک دبلا پتلا انگریز جس کے گالوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی تھیں۔ سر نکال کر برآمدے میں دیکھنے لگا۔

فریدی نے اپنا ملاقاتی کارڈ نکال کر اسکی طرف بڑھایا جسے وہ لے کر کچھ بڑبڑاتا ہوا اندر چلا گیا۔

"اس کے نوکر بھی انگریز ہی ہیں۔" حمید نے کہا۔

قبل اس کے کہ فریدی کچھ کہتا دروازہ پھر کھلا اور وہ دبلا پتلا قبر رسیدہ انگریز برآمدے میں نکل آیا۔ اُس نے فریدی کا کارڈ اُسے واپس کردیا۔

"کیوں ....؟" فریدی نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں خادم نہیں ہوں۔ سمجھے تم ....؟" اس نے نتھنے پھلا کر منمناتے ہوئے کہا۔ "میں اس حرامی کا پرائیویٹ سیکریٹری ہوں .... سمجھے تم ....؟"

"سمجھا! میں لیکن میرا ملاقاتی کارڈ اس تک کون پہنچائے گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"میں ہی حرامی پہنچاؤں گا۔ لیکن میں خادم نہیں ہوں۔"

"نہیں پیارے تم تو راجہ اندر ہو۔" حمید بولا۔

"کیا ....؟" انگریز نے پھر نتھنے پھلائے۔

"کچھ نہیں ....!" فریدی جلدی سے بولا۔ "تو پھر میرا وزیٹنگ کارڈ اندر پہنچادو۔"

"تم اپنی قسمت کا حال دریافت کرنے آئے ہونا۔" انگریز نے بُرا سامنہ بنا کر پوچھا۔

"ہاں .... ہاں ....!"

"تو میں بتائے دیتا ہوں .... تمہاری پوری قوم کی قسمت کا حال۔ تم ہمیشہ مغرب کے غلام رہو گے۔ تم جو ہاتھ کی لایعنی لکیروں میں یقین رکھتے ہو .... سمجھے تم۔"

"سمجھا میں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا یہاں تمہارے اور جیر اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا۔"

"ایک بوڑھی خادمہ بھی ہے اور مجھے بھی.... اس حرامی کی بدولت بعض اوقات خادم کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ وہ کتیا کا فرزند نروان کی تلاش میں ہے اس لئے زیادہ اخراجات نہیں بڑھاتا۔ کبھی کبھی مجھے جھوٹے برتن بھی صاف کرنے پڑتے ہیں۔"

"تو پھر تم یہاں کیوں پڑے ہوئے ہو۔" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔

"میں مجبور ہوں.... وہ ولد الحرام میرا باپ ہے۔ میرا نام.... لیمی ہے.... لیمبرٹ آرتھر۔"

"اوہو! لیمی ڈیر.... تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" حمید مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "کیا تم بھی شاستری ہو۔"

"مجھے غصہ نہ دلاؤ۔" لیمی خلاء میں مکا لہرا کر چیخا۔ "مجھے مشرق کی ہر چیز سے نفرت ہے۔"

"تب تو ہم گہرے دوست ثابت ہوں گے۔" حمید نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا۔ "مجھے مغرب کی یلا یلیاں بہت پسند ہیں کیا تمہارے ولد الحرام نے کوئی یلا یلی نہیں پیدا کی۔"

"یلا یلی کیا....؟"

"اوہ مسٹر آرتھر.... براہِ کرم میرا کارڈ پہنچا دو۔" فریدی جلدی سے بولا۔

لیمی نے کارڈ لے لیا اور اُس کے چلے جانے کے بعد فریدی نے حمید سے کہا۔

"واقعی تم بڑے سور ہو۔"

"نہیں آپ میرے بزرگ ہیں۔" حمید سعادت مندانہ انداز میں شرما کر بولا۔ "مجھے چھوٹا سور کہا کیجئے۔"

فریدی مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اندرونی راہداری میں پھر قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ لیکن اس بار ایک ایسا آدمی اندر سے نکلا کہ یہ دونوں چونک پڑے۔ آنے والا بھی تھوڑا سا ٹھٹھکا لیکن پھر خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "ہیلو آفیسرز.... ادھر کہاں۔"

"اوہو مسٹر برنارڈ....!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "ذرا میری ہتھیلی میں آج کل ایک نئی لکیر پیدا ہو گئی ہے۔"

"کہیں وہ موت کی نہ ہو۔" برنارڈ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"نہیں مسٹر برنارڈ میں نے تم پر چوٹ نہیں کی۔ تم تو بڑے معزز آدمی ہو۔"

"مجھ سے بھی زیادہ معزز...!" حمید اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"چیریو....!" برنارڈ ہنستا اور ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا۔

"یہ یہاں کیسے تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ممکن ہے یہ بھی بدھسٹ ہو گیا ہو۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اوہ مسٹر لیمی تشریف لا رہے ہیں۔"

لیمی نے دروازے سے سر نکال کر کہا۔ "چلو....!" اور پھر تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔

حمید اور فریدی اس کے پیچھے جا رہے تھے ایک کمرے کے سامنے وہ رک گیا اور چہرے پر بیزاری کے آثار پیدا کر کے بولا۔ "یہاں بیٹھو۔"

وہ دونوں کمرے کے اندر چلے گئے۔ یہ غالباً ڈرائینگ روم تھا لیکن یہاں فرنیچر نہیں تھا۔ انہیں قالینوں کے فرش پر بیٹھنا پڑا۔ جہاں دو چار گاؤ تکئے بھی پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں پر مہاتما بدھ، تلسی داس، کبیر داس، میرا، گاندھی جی وغیرہ کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں تھیں ایک طرف بخور دان میں وہ خوشبویات سلگ رہی تھیں جو ہون میں استعمال کی جاتی ہیں۔ بہر حال ماحول کچھ عجیب سا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جیر اللہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے جسم پر سفید سوٹ تھا اور سر پر وہی بنارسی وضع کی پیلی پگڑی تھی اور ماتھے پر تلک بھی موجود تھا جیر اللہ کا چہرہ عجیب تھا۔ حمید کانپ اٹھا.... اس کے چہرے کے خدوخال اور آنکھوں میں ہم آہنگی نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں چہرے سے بالکل ہی بے تعلق نظر آتی تھیں۔ خدوخال میں تیکھے پن کے بجائے نرماہٹ تھی لیکن آنکھیں.... ان میں تو کچھ نہیں تھا خالی خالی سی.... ویران آنکھیں.... جن میں چمک نہیں تھی لیکن پھر بھی یہ گمان ہوتا تھا کہ وہ شیشے کی ہیں اور اُن کے آرپار دیکھا جا سکتا ہے ایک لمحے کے لئے وہ آنکھیں اُن کے چہروں پر رکیں اور پھر ہٹ کر بخور دان پر جم گئیں۔

حمید سوچنے لگا کہ کیا وہ اندھا ہے۔ جیر اللہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اس کی آنکھیں بدستور بخور دان پر جمی رہیں۔

فریدی اور حمید کھڑے ہو گئے۔

"اوہو تشریف رکھئے۔" جیرالڈ بڑی صاف شفاف اردو میں بولا۔ "آرام سے جوتے اُتار کر تشریف رکھئے۔ مجھے اپنے مشرقی بھائیوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایک بہت ہی اہم معاملے میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"اوہو.... ضرور.... ضرور.... میں نے آپ کے کارڈ میں آپ کا عہدہ دیکھا ہے۔"

وہ تینوں گاؤ تکئے سے لگ کر بیٹھ گئے حمید کی آنکھیں بدستور جیرالڈ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو ان دونوں میں سے کسی کی بھی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اب اس کی نظریں بخور دان سے ہٹ کر میرا کی تصویر پر جم گئیں تھیں۔

"کل ایک آدمی کی موت بڑے پُر اسرار طریقے پر واقع ہوگئی۔ پولیس اس کے لئے پریشان ہے۔" فریدی بولا۔

"پُر اسرار طریقہ پر۔" جیرالڈ آہستہ سے بولا۔ "اگر مجھے اس کی پیدائش کا صحیح وقت دن اور تاریخ معلوم ہو جائیں تو میں اس پُر اسرار طریقے پر روشنی ڈال سکوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اُسے جانتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" جیرالڈ نے سوالیہ انداز میں دہرایا۔ اب اُس کی نظریں میرا کی تصویر سے ہٹ کر پھر بخور دان پر جم گئی تھیں۔

"جی ہاں! جوزف پیٹر جسے آپ نے کل اُس کے مستقبل کے متعلق کچھ بتایا تھا۔"

"ٹھہریئے۔" جیرالڈ بے صبری سے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے کہنے دیجئے۔ میں سمجھ گیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک عجیب و غریب ہاتھ تھا کل میں نے ایک نوجوان جوڑے کے ہاتھ دیکھے تھے اور انہیں بتایا تھا کہ آج کا دن ان کے لئے خطرناک ہے اور میں آپ کو بتاؤں مرد کے ہاتھ کی ایک لکیر بتاتی تھی کہ وہ کسی عجیب و غریب درندے کا شکار ہوگا۔ اور ستارے کہہ رہے تھے وہ منحوس دن یہی ہے۔"

"اور اس کی بیوی وہیں رہ گئی تھی۔" فریدی بولا۔

"میں نے دونوں سے کہا تھا کہ وہ گھر چلے جائیں۔"

"کیا ستاروں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت گھر ہی پر واقع ہوگی۔"

"جناب من! وہ کہیں نہیں بچ سکتا تھا مقدرات اٹل ہوتے ہیں۔" جیرالڈ نے مسکرا کر کہا۔

حمید کی نظریں اب بھی جیرالڈ کے چہرے پر تھیں اور اس نے اس کے چہرے پر اب تک کسی قسم کا جذباتی تغیر نہیں محسوس کیا تھا۔ حتیٰ کہ مسکراتے وقت بھی اُس کی آنکھیں پہلے کی طرح سپاٹ رہی تھیں۔

"اور دوسری بات۔" جیرالڈ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "وہ آدمی خود بھی قاتل تھا۔ اس کے ہاتھ کی ایک لکیر یہ بھی بتاتی تھی۔"

"مجھے اسی کا تو افسوس ہے...." فریدی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "جب مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ قاتل ہے.... تو وہ خود قتل کر دیا گیا۔"

"کیا ثبوت مہیا ہو گیا تھا۔" جیرالڈ نے پوچھا۔

"قطعی! اُ ایک منٹ کی بھی مہلت نہ ملتی۔"

"عجیب بات ہے آج کل کشت و خون کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے پچھتر فیصدی ہاتھوں میں مجھے اذیت پسندانہ رجحانات کی لکیریں نظر آتی ہیں۔ مہاتما بدھ کی تعلیمات عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔"

"مجھے خو ہے کہ انگریزوں میں بدھ ازم بڑی تیزی پھیل رہا ہے۔" فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ "کیا یہ برنارڈ بھی بدھ ازم متاثر ہے۔"

"وہ آہستہ آہستہ راہ راست پر آ رہا ہے کیا آپ اُ جانتے ہیں؟"

"جی ہاں! اچھی طرح۔"

"وہ اب ایک اچھا آدمی بننے کی کو کر رہا ہے۔" جیرالڈ نے کہا۔ "حالانکہ اس کے ہاتھ میں بھی ایسی لکیریں ہیں جو اس کو قاتل ثابت کرتی ہیں۔"

"مگر افسوس ہے کہ پولیس ہاتھ کی لکیروں والے علم بے بہرہ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن برنارڈ جلد ہی اپنی راہ تلاش کرلے گا.... وہ راہ جو پھانسی کے تختے تک جاتی ہے۔"

"اس کے ہاتھ میں اس قسم کی کوئی لکیر نہیں۔" جیرالڈ بولا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ پولیس اس علم بے بہرہ ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ جوزف کو کب جانتے تھے۔"

"یہ آپ کیوں پوچھنا چاہتے ہیں۔" جیراللہ نے ہنس کر کہا۔ "کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ہی وہ درندہ تھا۔"

"معاف کیجئے گا۔ میں آپ کی بہت قدر کرتا ہوں۔"

"شکریہ....! جوزف کو میں زیادہ نہیں جانتا تھا لیکن مجھے اس کا علم ہے کہ وہ بھی بڈھسٹ تھا۔"

"اور اس کے باوجود بھی اس نے عرفانی کے قتل میں حصہ لیا۔" فریدی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"عرفانی.... وہ تو شاید ابھی حال ہی کا واقعہ ہے۔"

"جی ہاں! غالباً آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا۔ کیا آپ کا علم یہ بتا سکتا ہے کہ عرفانی کے قاتلوں کو کس چیز کی تلاش تھی۔"

"افسوس کہ یہ بات میرے علم کے احاطے سے باہر ہے۔" جیراللہ نے کہا۔ "لیکن میں آپ کا ہاتھ دیکھ کر یہ ضرور بتا سکتا ہوں کہ آپ اس کیس میں کامیاب ہوں گے یا نہیں۔"

"شکریہ! مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میں خود ہی اپنے ہاتھ کی لکیریں بناتا اور بگاڑتا رہتا ہوں۔ میرا ہاتھ میری قوت ارادی کا پابند ہے۔"

"تب تو آپ واقعی باکمال آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" جیراللہ سنجیدگی سے بولا۔ "اصل حقیقت تو یہی ہے کہ لکیروں کا بننا بگڑنا آدمی کے خیالات پر منحصر ہے باحوصلہ آدمیوں کے ہاتھوں میں مایوسی کی لکیریں نہیں ہوتیں۔"

"اچھا! اب اجازت چاہوں گا۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔"

"اوہ کوئی بات نہیں۔" جیراللہ اٹھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "پھر بھی ملتے رہئے گا۔"

"آپ کی شخصیت اتنی پرکشش ہے کہ ملنا ہی پڑے گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

لیکن حمید اس زہریلی مسکراہٹ سے اچھی طرح واقف تھا۔

عرفانی کا راز

سرجنٹ حمید آفس میں زیادہ تر عشقیہ ناول پڑھا کرتا تھا اس کی میز فریدی کی میز کے سامنے ہی تھی۔ اس وقت بھی وہ اردو کے ایک چٹپٹے مسالے دار بلکہ خستہ کرارے عشقیہ ناول میں مگن

اور فریدی ایک ایسے چھوٹے سے پیکٹ کو ادھیڑنے میں مشغول تھا جو ابھی رجسٹرڈ پوسٹ سے اس کے نام آیا تھا۔

دفعتاً حمید نے اس ناول کو بیچ سے پھاڑ دیا۔ جھراٹا جو ہوا تو فریدی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا بیہودگی ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"بیہودگی میری نہیں بلکہ ان پیسوں کی ہے جو اس ناول کے لئے میری جیب سے نکلے تھے۔"

"میں نے تمہیں ہزار بار منع کر دیا کہ آفس میں ناول نہ پڑھا کرو۔"

"مجبوراً پڑھنا پڑتا ہے۔" حمید بسور کر بولا۔ "فقط خون گرم رکھنے کا بہانہ۔ خدا کی قسم ان ناولوں کو پڑھ کر خون گرم ہوتا ہے۔ غصہ آتا ہے اور مرنے مارنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔ اب اسی ناول کا آخری منظر ملاحظہ فرمائیے۔ سورج پہاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ دھند پھیل گئی۔ دو دھندلے سائے ایک دوسرے سے چپکے ہوئے پہاڑی پر چڑھ رہے تھے۔ وہ دور ہوتے گئے اور سرجنٹ حمید اُلو کا پٹھا چیختا ہی رہ گیا کہ ابے میرے ساڑھے تین روپے تو دیتے جاؤ۔"

فریدی جھلاہٹ کے باوجود بھی مسکرا پڑا اور حمید بکتا رہا۔ "کیا میں ساڑھے تین روپے اس کے لئے خرچ کرتا ہوں کہ ہیرو اور ہیروئن پہاڑی پر چڑھ جائیں۔ اس ناول میں ہیروئن کا باپ دھوکے سے ہیرو کی ماں سے شادی کر لیتا ہے جب یہ راز کھلتا ہے تو اس کا دل ٹوٹ ٹاٹ کر برابر ہو جاتا ہے اور وہ مارے غم کے ایک اور شادی کر لیتا ہے۔ لیکن اتفاق سے وہ بھی ہیرو کی ماں نکلتی ہے اب یہاں سے سس پنس شروع ہوتا ہے آخر ہیرو کی اصلی ماں کون تھی۔ ہیرو دونوں کو اماں کہتا تھا اور آخر میں جب یہ راز کھلتا ہے ساری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے ان میں سے ایک دراصل....!"

"بکواس بند کرو۔"

"دل کا بخار نکال لینے دیجئے ورنہ مجھے برانکائیٹس ہو جائے گا۔"

"خاموش رہو۔" فریدی دانت پیس کر بولا۔ وہ پیکٹ کھول چکا تھا اور اس میں سے برآمد ہونے والے کاغذ کے دو ٹکڑے اس کے سامنے پھیلے ہوئے تھے اور وہ تحیر آمیز نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا اس پیکٹ سے کوئی غمزدہ بکری برآمد ہوئی ہے۔" حمید نے دانت پر دانت جما کر کہا۔

"نہیں مانو گے تو میں دھکے دے کر باہر نکال دوں گا۔" فریدی نے کاغذات پیکٹ سمیت جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

پھر حمید نے اُسے مضطربانہ انداز میں ٹہلتے دیکھا۔ کئی بار رک کر اُس نے فون کرنے کے لئے ریسیور بھی اٹھایا لیکن پھر رکھ دیا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"گھر چلیں گے۔" فریدی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ابھی تین ہی بجے تھے اور آفس ختم ہونے کا وقت ساڑھے چار تھا مگر یہ بات حمید کے لئے غیر معمولی نہ تھی کیونکہ فریدی آفس میں بہت ہی کم بیٹھتا تھا۔

"نہیں گھر نہیں۔" فریدی برآمدے میں پہنچ کر بولا۔ "نیشنل بنک وقت بہت کم ہے۔ ہمیں تیز چلنا پڑے گا۔"

نیشنل بنک کے نام پر حمید چونکا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اب نیشنل بنک جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی جب کہ فریدی پہلے ہی وہاں تحقیقات کر چکا تھا نہ صرف تحقیقات کر چکا تھا بلکہ مایوس بھی ہو چکا تھا۔

مرنے سے قبل عرفانی نے نیشنل بنک کا نام لیا تھا اس لئے خیال پیدا ہوا تھا کہ ممکن ہے عرفانی نے وہ پُر اسرار چیز جس کی قاتلوں کو تلاش تھی نیشنل بنک میں رکھوا دی ہو۔ لیکن وہاں تحقیقات کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہاں عرفانی کے روپے ضرور جمع تھے لیکن اُس نے کوئی چیز سیف کسٹڈی میں نہیں رکھوائی تھی۔

فریدی کی کیڈی لاک سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور اس وقت سچ مچ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ٹریفک پولیس کے ایک آدھ کانسٹیبل کو جان ہی سے مار ڈالے۔ چوراہوں سے گذرتے وقت جب کانسٹیبل ہاتھ دے کر ایک طرف کے ٹریفک رکوادیتے فریدی کا کلیجہ خون ہو جاتا.... وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں بنک بند نہ ہو جائے۔

"کیا مصیبت آگئی۔" دفعتاً حمید بڑبڑایا۔ "کہیں ایکسیڈنٹ نہ فرما دیجئے گا۔ آخر اب یک بیک نیشنل بنک کی کیوں سوجھی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ عرفانی چند ہزار روپیوں کے لئے قتل کر دیا گیا ہے اور قاتل کو دراصل وصیت نامے کی تلاش تھی۔"

"نہیں.... جس چیز کی تلاش تھی وہ نیشنل بنک ہی میں ہے۔"

"کیا الہام ہوا ہے....!" حمید بھنا کر بولا۔

"مت بور کرو۔" فریدی نے بیزاری سے کہا "عرفانی صاحب مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔"

"ہائیں! تو کیا وہ بہرام کی لاش تھی۔" حمید اچھل کر بولا۔

"بکواس بند کرو۔ یہ دیکھو۔" فریدی نے جیب ٹٹول کر ایک کاغذ نکالا اور حمید کی طرف بڑھا دیا۔

کاغذ پر تحریر تھا۔

"فریدی! اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو اُسے نیشنل بنک کی سیف سے نکال لینا۔ کنجی اور سیف کسٹڈی کی رسید روانہ کر رہا ہوں۔ اگر میری گمشدگی کی خبر سنو تو کم از کم ایک ہفتے تک انتظار کرو۔ اگر میری طرف سے تمہیں کوئی اطلاع ملے تو اُسے وہیں رہنے دینا.... اگر ہفتے کے بعد بھی میرے متعلق کچھ نہ سنو تو پھر تمہیں اختیار ہے اُسے ضرور بالضرور نکال لینا۔ لیکن راز داری شرط ہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ورنہ میری ہی طرح تمہیں بھی وصیت کرنی پڑے گی۔"

نیچے عرفانی کا نام تحریر تھا اور اس کے نیچے تاریخ درج تھی۔

"یہ تاریخ اُسی دن کی ہے جس رات عرفانی کو حادثہ پیش آیا۔" فریدی بولا۔

"یعنی اُسے پہلے ہی سے خطرے کا احساس تھا۔" حمید نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

"اگر نہ ہوتا تو مجھے یہ سب کچھ بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

"اچھا.... دوسری بات!" حمید فریدی کو کاغذ واپس کرتا ہوا بولا۔ "یہ خط بتاتا ہے کہ وہ چیز سیف کسٹڈی میں ہے اور آپ کی پچھلی تحقیقات کا ماحصل یہ تھا کہ عرفانی نے نیشنل بنک کی سیف کسٹڈی میں کوئی چیز رکھوائی ہی نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے فرزند! اسی لئے تو کہا تھا کہ عرفانی صاحب مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ نیشنل بنک کی محفوظ تجوری انسپکٹر احمد کمال فریدی کے نام سے کرائے پر لی گئی تھی۔"

"یہ کیسے معلوم ہوا آپ کو۔"

"تم ڈیوٹ ہو کیا؟" فریدی بگڑ کر بولا۔ "کیا رسید پر تجوری حاصل کرنے والے کا نام نہیں

لکھا جاتا۔"

"رسید پر آپ کا نام ہے۔" حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔

"ہاں.... ہاں۔" فریدی جھنجھلا گیا۔ "اب یہ بھی پوچھو کہ نام کے ہجے کیا ہیں۔"

"اب دیکھئے.... تجوری سے خونی ہیرا برآمد ہوتا ہے یا لنگڑا جاسوس۔" حمید مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "فومانچو کی بندریا نکلتی ہے یا پی کے چیونگم۔"

"یا تمہارا جنازہ۔"

"ہائے ہائے آپ تو کسی نوعروس بیوہ کی طرح کلکلا رہے ہیں۔" حمید سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

فریدی دانت پیس کر رہ گیا اور حمید نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ اب خاموش ہی رہے کیونکہ ابھی ابھی کیڈی ایک خچر گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ بنک بند ہونے میں صرف آدھ گھنٹہ رہ گیا تھا اور اس وقت سیف کسٹڈی کا معاملہ گھٹالے ہی میں پڑجاتا اگر فریدی نے منیجر کو اپنے کام کی سرکاری اہمیت نہ سمجھانی شروع کردی ہوتی۔

رسید پر پڑے ہوئے نمبر والی تجوری کھولی گئی۔ ایک بڑا سا لفافہ برآمد ہوا جس پر فریدی کا نام تحریر تھا۔ حمید نے اسے ہاتھ پر رکھ کر اُس کے وزن کا اندازہ لگایا اور مایوسانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر فریدی کی طرف بڑھادیا۔

واپسی پر منیجر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ مسٹر عرفانی کے اکاؤنٹ کے متعلق تفتیش کرنے کے لئے آپ ہی تشریف لائے تھے۔"

"جی ہاں...." فریدی نے کہا۔

"تو براہِ کرم یہ بتائیے کہ یہ چرخہ کب تک چلتا رہے گا۔"

"کیوں....!"

"میں عاجز آگیا ہوں۔ لیکن پوچھنے والے صرف یہی پوچھتے ہیں کہ عرفانی نے سیف کسٹڈی میں تو کوئی چیز نہیں رکھوائی تھی۔"

"کیا میرے علاوہ بھی کسی نے پوچھا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں کتنے آئے اور مغز چاٹ کر چلے گئے۔"

"اوہ....!" فریدی سگار کیس نکالتا ہوا بولا۔ "کیا پولیس والے تھے۔"

"جی نہیں! عرفانی کے بھائی بھتیجے! بھانجے داماد نواسے اور نہ جانے کیا کیا الا بلا۔ میرا اردلی تو اتنا پریشان ہوگیا ہے کہ اب میرے پاس آنے والے ہر آدمی سے پوچھ بیٹھتا ہے کہ وہ عرفانی کا کوئی رشتے دار تو نہیں۔"

"اوہ....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اچھا اب یہ کیجئے اگر اب اس قسم کا کوئی آدمی آئے تو اُسے روک کر مجھے فون کردیجئے گا۔"

"آخر معاملہ کیا ہے! عرفانی کے اکاؤنٹ کے متعلق کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔"

"آپ نے اخبارات میں تو عرفانی کے متعلق پڑھا ہی ہوگا۔" فریدی بولا۔ "دراصل اُن کے قاتلوں کو چند نادر و نایاب ہیروں کی تلاش تھی لیکن وہ انہیں نہیں مل سکے۔ اب غالباً وہی لوگ مختلف بنکوں میں پتہ لگاتے پھر رہے ہیں۔ اُن کی دانست میں عرفانی نے اُن ہیروں کو کسی بنک ہی میں رکھ چھوڑا تھا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔ آپ کا فون نمبر۔"

حمید نے فون کے نمبر لکھوادیئے۔ واپسی پر حمید کی بوکھلاہٹیں قابل دید تھیں۔

"ارے تو کھولئے نا اس لفافے کو۔" اُس نے کہا۔

"گھر پہنچ کر....!" فریدی بڑبڑایا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔" حمید مضطربانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "اگر عرفانی خود کو خطرے میں سمجھ رہا تھا تو اُس نے پہلے ہی آپ کو یا پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی اور وہ یہ لفافہ آپ تک اپنی زندگی میں بھی پہنچا سکتا تھا۔"

"اُن کے خط کو دوبارہ پڑھو۔ اُن کے اس طریقے کار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس راز میں مجھے بدرجہ مجبوری شریک کیا ہے۔ اگر وہ اس ناگزیر خطرے میں نہ پڑتے تو مجھے اس کی کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی صاف لکھا ہے کہ نیشنل بنک سے وہ چیز اُسی وقت نکلوائی جاسکتی ہے جب انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے.... ورنہ نہیں۔"

"ارے تو وہ کیا چیز ہے! کھولئے لفافہ ورنہ میرا دم الٹ جائے گا۔"

"بے صبری نہیں.... اس میں ہیرے نہیں ہیں۔"

"کچھ بھی ہو لیکن اس سے دو خون وابستہ ہیں۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ایک بات سمجھ

میں نہیں آتی کہ وہ عجیب وغریب درندہ جوزف کے مکان میں کس طرح داخل ہوا۔ ظاہر ہے کہ کنگس لین کافی گنجان آباد ہے اور اس کی پشت پر بھی عمارتوں کا سلسلہ ہے۔ تعجب ہے کہ کسی نے اُسے دیکھا نہیں۔"

"اوہ کیا تمہیں وہ بن مانس یاد نہیں جو لاطینی[1] بولتا ہے۔"

"تو آپ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی آدمی کسی درندے کی کھال پہن کر جوزف کے سامنے پہنچا تھا جسے دیکھ کر وہ خوف کے مارے مر گیا۔"

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔"

"اگر آپ یہ سمجھتے ہیں تو پھر آپ کی نظروں میں جیراللہ سو فیصدی مشتبہ ہوگا کیوں کہ اسی نے تو جوزف کو گھر بھیجا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح ہو۔"

"اگر یہ ہو سکتا ہے تب تو میرا بیڑہ باقاعدہ طور پر غرق ہو گیا میں دوبارہ اُس خوفناک آدمی کو قریب سے دیکھنے کی ہمت نہ کر سکوں گا۔"

"کیوں! کیا خاص بات ہے اس میں۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"اُس کی آنکھیں.... خدا کی پناہ.... اس کا چہرہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔ آنکھوں ہی کی بناوٹ پر دوسرے خدوخال کی نرمی یا تندی کا دارومدار ہوتا ہے۔ مگر وہاں دونوں میں بے ربطی ہے آنکھیں خوفناک اور چہرے کے خدوخال معصومیت کے حامل ہیں۔"

"ہاں ہے تو کچھ ایسا ہی۔" فریدی بڑبڑایا۔

گھر پہنچ کر فریدی نے جیب سے لفافہ نکالا۔ سیل توڑی اور لفافہ کھول کر اس کے اندر کی اشیاء میز پر الٹ دیں۔ یہ تعلیمی تاش کے دو پتے تھے اور ایک چرمی جلد کی پاکٹ ڈائری۔

"ہات تیرے کی۔" حمید اپنا سر پیٹ کر چیخا۔ "یہ کس جاسوسی ناول کا پلاٹ ہے۔ ان کم بختوں نے اب چڑیا کی تکی اینٹ کی بیگم اور چڑی کا غلام چھوڑ کر تعلیمی تاش استعمال کرنے شروع کر دیئے۔"

فریدی نے دھیان تک نہ دیا۔ وہ بڑی تیزی سے ڈائری کے اوراق الٹ رہا تھا لیکن وہ سب کے سب سادہ تھے۔ کسی صفحے پر بھی کوئی تحریر نہیں تھی۔

[1] جاسوسی دنیا کا تحیرانگیز ناول "پہاڑوں کی ملکہ" جلد نمبر 3 دیکھئے۔

حمید تعلیمی تاش کے پتوں کو الٹنے پلٹنے لگا۔ ان کے ایک طرف حروف تھے اور دوسری طرف تصویریں۔ تصویروں میں سے ایک پر دو مختلف فوجوں کی لڑائی کا منظر تھا اور دوسرے پتے کی پشت پر صرف ایک نوخیز لڑکے کی تصویر تھی جس کے ہاتھ میں تعلیمی تاشوں کا پیکٹ تھا۔

حروف ایک ہی تھا اور یہ حرف تھا "ل"

فریدی نے ڈائری رکھ کر پتے حمید کے ہاتھ سے لے لئے وہ بھی چند لمحوں تک انہیں الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر عجیب نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں سوچتا ہوں کیا عرفانی مجھ سے بھی زیادہ مسخرہ تھا۔" حمید نے کہا۔

"عرفانی بہت ذہین آدمی تھے۔"

"تو پھر.... اس حرکت سے کیا نتیجہ اخذ کروں۔" حمید دوبارہ سر پیٹ کر بولا۔

"کیا تمہیں اور کوئی کام نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میں تمہیں نتیجہ اخذ کرنے کی تکلیف نہ دوں گا۔"

حمید پر اُس کے لہجے کی خشکی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تعلیمی تاش کے پتوں کو دیکھتے ہی اُس کی سنجیدگی رخصت ہو گئی تھی اور وہ اس بُری طرح مضحکہ اڑانے کے موڈ میں آگیا تھا کہ اگر اس وقت اس کا باپ بھی ہوتا تو وہ اُسے چٹکیوں میں اڑا دیتا۔

"دونوں پتوں پر لام ہیں۔" وہ نہایت مفکرانہ انداز میں بڑبڑایا۔ "ایک پر لڑکے کی تصویر ہے اور دوسرے پر لڑائی کی۔ فریدی صاحب معمہ حل ہو گیا آپ نے اردو کی ابتدائی کتاب تو پڑھی ہی ہو گی۔ بس اس کا پہلا تصویری سبق یاد کیجئے۔ اب دیکھئے ان پتوں کی طرف.... لام سے لڑکا اور لام سے لڑائی۔ یعنی یہی لڑکے مٹاتے ہیں جوانی کو جواں ہو کر۔ اُف فوہ زندگی کا فلسفہ حل ہو گیا؟ عرفانی صاحب میں تمہاری عظیم روح کو سلام کرتا ہوں۔ کیا بات پیدا کر دی ہے تم نے یعنی لڑکے جوان ہو کر فوج میں بھرتی ہو جاتے ہیں۔"

"بکے جاؤ فرزند....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تمہاری بکواس بھی کبھی کبھی کار آمد ثابت ہوتی ہے۔"

"لام سے لتا منگیشکر بھی ہو سکتا ہے لیکن میں فی الحال لام سے لگ گئی چوٹ کر بچو! میں ہائے راما کو ترجیح دوں گا۔ ہمارے سامنے دو لام ہیں۔ اس لئے ایک شعر سنئے دونوں لاموں کی تشریح

ہو جائے گی۔"

مس زلف دکھاتی ہیں کہ اس لام کو دیکھو
ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو

"اور یہ ساری ڈائری۔" فریدی نے ڈائری کی طرف اشارہ کیا۔

"بطور نمونہ آئی ہے۔ اگر آپ سول ایجنسی لیں گے تو چالیس فیصدی کمیشن ملے گا۔ اور دوسری بات یہ کہ مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے کہ ابھی ہم نے شام کی چائے نہیں پی۔"

"چائے تو دم کے ساتھ ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ تو بتاؤ.... بچوں کے اس کھیل کے پیچھے دو خون ہوگئے۔"

"بہرام کی خالہ سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ ورنہ پھر اس سلسلے میں فیروز پور کے ایک دوسرے منشی جی سے خط و کتابت کیجئے جو ابھی زندہ ہیں میں ایک موڈرن سراغ رساں اتنی اونچی باتیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہوگئی۔ فریدی نے ڈائری اور تاش کے دونوں پتے تجوری میں رکھ دیئے۔

چائے پر حمید نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔

"فی الحال عرفانی کو بھول جاؤ۔" فریدی بولا۔ "اگر ہم اس کیس کو جوزف کی موت سے شروع کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"کیوں؟ عرفانی کو کیوں بھول جاؤں۔"

"اس لئے کہ ابھی تک ہم قتل کی وجہ نہیں معلوم کر سکے لیکن جوزف کے قتل کی وجہ صاف ہے اُسے صرف اس لئے ختم کر دیا گیا کہ کہیں وہ پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔"

"اچھا چلئے یہی سہی.... تو کیا آپ جیر اللہ کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"میں فی الحال صرف اپنے خلاف ایک کاروائی کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا....؟" حمید نے پُر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ تمہیں جان سے مار دوں۔"

"میری خطا.... جہاں پناہ۔"

"تمہیں اس دن قاسم کا چکر چھوڑ کر جیر اللہ کا تعاقب کرنا چاہئے تھا۔"

"میں جانتا تھا کہ آپ کسی نہ کسی موقع پر یہ سوال ضرور اٹھائیے گا۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"لیکن آپ یہ نہ سمجھئے کہ اس پُراسرار درندے کا رول جیر اللہ ہی نے ادا کیا ہوگا۔"

"میں یہ نہیں سمجھتا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اور فی الحال اُسے چھیڑنا ٹھیک بھی نہیں۔ تم پمیلا پر نظر رکھو۔"

"شکریہ.... میں جیتے جی اُسے کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ مگر خدارا کچھ تو بتائیے یہ تاش کے پتے۔ سادی ڈائری.... آخر ہے کیا بلا....!"

عینک اور بھوت

فریدی جواب دینے کی بجائے حمید کی آنکھوں میں دیکھتا رہا آخر حمید کو الجھن ہونے لگی اور وہ جھنجھلا کر بولا۔

"دیکھئے میں اتنا گاؤدی نہیں ہوں! جتنا آپ سمجھتے ہیں۔ کیا میں یہ نہیں سوچ سکتا کہ اس ڈائری پر پیاز کے عرق سے کچھ لکھا گیا ہوگا جو آگ دکھاتے ہی واضح ہو جائے گا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "عرفانی جیسے ذہین آدمی سے اس کی توقع رکھتے ہو۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید نے اپنے داہنے گال پر تھپڑ مار کر کہا۔

"کچھ نہیں.... میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے ڈائری سادی ہی ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ عرفانی صاحب نے کسی سیدھے سادے طریقے پر اس میں کوئی خفیہ تحریر چھوڑی ہو۔ پیاز کا عرق، نمک کا پانی یا سنگترے کے چھلکے کا عرق تو بچوں کے کھیل ہیں۔"

وہ چائے ختم کر چکے تھے اور حمید نے بات بھی جہاں کی تہاں ختم کر دی تھی وہ اس سلسلے میں زیادہ سر مغزی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اب اس کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اگر نیشنل بنک کی تجوری خالی بھی ملتی تو اُسے اتنی کوفت نہ ہوتی جتنی تعلیمی تاش کے پتے اور سادی ڈائری سے ہوئی تھی وہ اس چیز کو نہ جانے کیا سمجھے بیٹھا تھا جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہوا تھا۔

فریدی اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ذرا دیکھنا تو....!" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"آپ کا فون ہے۔" وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "آئی جی۔"

فریدی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔

"ہیلو.... جی ہاں.... میں ہی بول رہا ہوں.... تسلیمات.... میں نہیں سمجھا.... اوہ.... لیکن.... کیوں.... ایسا کیوں ہوا؟.... جی ہاں.... میں اس سے ملا تھا.... جوزف کے سلسلے میں... لیکن عجیب بات ہے.... مجھے شبہ ہے.... ٹھیک ہے.... میں نے وہاں دو آدمی مقرر کئے ہیں.... اوہ بہت بہتر.... بہتر.... مجھے کوئی اعتراض نہیں.... جی بڑی مہربانی.... تسلیمات۔"

فریدی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اُس نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیا بات ہے؟" حمید اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

"میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ کر دیا گیا۔"

"کیوں....؟"

"غالباً جیر اللہ نے شکایت کی ہے۔"

"اوہ.... لیکن ہماری ملاقات تو بڑے شریفانہ طور پر ہوئی تھی۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اُس نے کہا۔

"اجازت نامہ منسوخ ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم اس کیس میں دخل اندازی نہ کریں.... اور اگر جیر اللہ مجرم ہے تو میرے علاوہ اور کوئی اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا۔"

"میں تو کہتا ہوں ماریئے گولی۔ آپ بھگتیں گے یار لوگ۔"

"اگر عرفانی صاحب قتل نہ ہوئے تو شاید میں خود ہی الگ رہتا۔ لیکن ایسی صورت میں ناممکن ہے۔"

"فرض کیجئے یہ کیس کسی اور کو سونپ دیا جائے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری راہ کون روک سکے گا۔ کیا پورے محکمے میں کوئی ایسا ہے اگر ہو تو بتاؤ۔"

حمید نے ایک بار فریدی کو گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"چلو اٹھو....!" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کہاں....!"

"عرفانی صاحب کے گھر....!"

"وہاں کیا کریں گے۔"

"اوہ.... ان کا بھتیجا وہاں آ گیا ہے۔"

"آنے دیجئے! وہ بھی کوئی نہ کوئی تحفہ ہمارے لئے کسی بنک میں محفوظ کر جائے گا۔ مثلاً انڈوں کے چھلکے! اور پھر ہم سر جوڑ کر یہ ثابت کر دیں گے یہ کسی جرمن نسل کی عورت کے انڈے ہیں۔"

"اٹھو....!" فریدی اس کا کان پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ "مجھے زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔"

فریدی ایک بار پھر عرفانی کے گھر کی تلاشی لینا چاہتا تھا اُسے توقع تو یہ تھی کہ وہ اس طرح کسی خاص راستے پر چل سکے گا لیکن پھر بھی اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اس کے امکانات بھی نہ چھوڑے جائیں۔ ممکن ہے کہ اس کے قتل پر کچھ روشنی پڑنے کے اسباب پیدا ہو ہی جائیں۔

فریدی سے عرفانی کے بھتیجے کی کچھ یونہی رسمی سی جان پہچان تھی وہ جلال آباد کی ایک پرائیویٹ فرم کا اسسٹنٹ منیجر تھا اور عرفانی کی موت کی خبر سن کر کچھ دنوں کے لئے یہیں آ گیا تھا چونکہ صرف وہی اکیلا اُس کے وارثوں میں سے تھا اس لئے اُس کے قیام کی مدت طویل بھی ہو سکتی تھی۔ وجہ یہی تھی کہ عرفانی کا تھوڑا تھوڑا اکاؤنٹ شہر کے بہتیرے بنکوں میں تھا۔ عرفانی کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری تھی اس نے محض اس لئے بہت سے بنکوں میں حساب کھول لیا تھا تاکہ دوسروں پر اس کی امارت کا رعب پڑے وہ کسی کو چیک دیتے وقت آٹھ دس چیک بکیں اپنے سامنے رکھ کر اُس سے بڑے پُر وقار انداز میں پوچھا کرتا تھا کہ اُسے کس بنک کا چیک چاہئے۔

بہر حال عرفانی کی یہ کمزوری اب اس کے بھتیجے کے لئے سوہان روح ہو گئی تھی۔ اگر کوئی وصیت نامہ بھی چھوڑ جاتا تو اُسے کوئی دشواری پیش نہ آتی لہٰذا فریدی نے جب اس سے ایک نجی کاروائی کیلئے درخواست کی تو اس نے کوئی اعتراض نہ کیا غالباً وہ یہ سوچ کر خوش ہی ہوا ہو گا کہ شہر کا کم از کم ایک معزز آدمی تو اُسے جانتا ہی ہے۔ جو عرفانی کا ترکہ حاصل کرنے میں اُسے مدد دے سکے گا۔

فریدی نے سب سے پہلے عرفانی کی لائبریری کا رخ کیا۔ لکھنے کی میز پر جتنے بھی کاغذات موجود تھے انہیں دیکھتا رہا۔ بہتیری کتابیں الٹیں پلٹیں..... لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے عرفانی کے قتل پر روشنی پڑے.... کئی گھنٹے گذر گئے رفانی کا بھتیجا بھی اکتا گیا اور آخر اُسے معذرت کر کے اُن کا ساتھ چھوڑ دینا پڑا۔ گھر فریدی کا دیکھا ہوا تھا اس لئے اُسے اُس کی رہنمائی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ دوسرے کمروں کو دیکھتے بھالتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچے جسے عرفانی نے فوٹو گرافی کا ڈارک روم بنا رکھا تھا فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں سوئچ تلاش کر کے بجلی جلادی۔ نیلے رنگ کا بلب روشن ہو گیا ساتھ ہی فریدی کے منہ سے تحیر آمیز آواز نکلی.... حمید اُسے گھورنے لگا۔

"حمید ڈیئر۔" فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "یہ فوٹو گرافی کا ڈارک روم ہے۔ آخر یہاں نیلے بلب کا کیا کام۔ یہاں تو سرخ بلب ہونا چاہئے۔"

"خدا محفوظ رکھے سراغ رسانی سے۔" حمید بڑبڑایا۔ "کل صبح آپ پوچھیں گے ہائیں یہ آج سورج ٹیڑھا کیوں نکل رہا ہے۔"

فریدی نے اُس کی بکواس کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بڑے انہماک سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخر اُسے میز پر ایک سرخ بلب بھی مل گیا۔

"نیلا بلب....!" وہ اس طرح بڑبڑایا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید کو الجھن ہونے لگی۔ آخر اس مسئلے پر اتنے غور و خوض کی کیا ضرورت ہے ہو گی کوئی بات بھلا نیلے یا سرخ رنگ کے بلب سے عرفانی کے قتل کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور پھر عرفانی کو تو نیلے رنگ کا جنون تھا اس کے رہائش کے کمرے کی ہر چیز نیلی تھی حتیٰ کہ شب خوابی کا لباس بھی نیلا ہوا کرتا تھا اگر اُسکے ڈارک روم میں نیلے رنگ کا بلب نظر آجائے تو اس کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔

اس نے فریدی کی طرف دیکھا جو اپنے ہونٹ اس طرح سکوڑے ہوئے تھا جیسے سیٹی بجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ دفعتاً خفیف مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی اور وہ کہنے لگا۔

"حمید اب ہمیں اس مکان میں ایک ایسی عینک تلاش کرنی چاہئے جس کے شیشے زرد رنگ کے ہوں۔"

"اور اگر نہ ملے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تو بازار سے خرید کر یہاں رکھ دینی چاہئے تاکہ

عرفانی کی روح کو سکون مل سکے۔ بیچارہ جو ساری زندگی عینک کو ترستا رہا۔"

فریدی ڈارک روم میں رکھی ہوئی چیزوں کو الٹنے پلٹنے لگا۔ حمید چپ چاپ کھڑا اُسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔ فریدی کی باتیں اکثر بڑی بے ربط ہوا کرتی تھیں اور اُن کی چولیں ملانے کے سلسلے میں حمید کو باقاعدہ طور پر اختلاج ہونے لگتا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کا بھیجا کھوپڑی سے نکل آیا ہو۔ اس وقت وہ بڑے ضبط و تحمل سے کام لے رہا تھا ورنہ خود اس کی زبان سے اتنی بے ربط باتیں نکلتیں کہ فریدی بوکھلا جاتا۔

فریدی نے میز کی دراز کھولی۔

"گڈ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "عینک تو ہے.... خوب.... زرد رنگ....!"

وہ حمید کی طرف مڑا اور عینک اُس کے چہرے کے قریب لے جاتا ہوا بولا۔ "یہ وہی زرد رنگ کی عینک.... اب ہم کسی قابل ہو سکیں گے۔"

"ہمیشہ جوتیاں چٹخاتے رہیں گے۔" حمید جل کر بولا۔ "اگر آپ اتنا وقت برباد کرنے کی بجائے مجھ سے کہتے تو میں آپ کو ایک درجن ایسی عینکیں خرید دیتا۔"

"ہُم! شٹ اپ! آؤ اب چلیں۔" وہ عینک جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔

"ارے ارے یہ کیا؟ عینک چرائیں گے آپ۔"

"اوہ....!" فریدی چونک کر بولا۔ "ٹھیک ہے اس کی ضرورت نہیں۔"

اُس نے عینک جیب سے نکال کر پھر میز کی دراز میں ڈال دی اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

بازار میں پہنچ کر فریدی نے کیڈیلاک ایک عینک ساز کمپنی کے سامنے روک دی۔

"یا خدا....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فریدی اُسے لئے ہوئے دکان کے اندر آیا اور یہاں اس نے زرد شیشوں والی دو عینکیں طلب کیں۔

"بس آپ ہی شوق فرمائیے قبلہ۔" حمید بڑبڑایا۔ "خدا وہ دن نہ لائے کہ آپ کو سلیمانی سرمے کی تلاش ہو اُس سے پہلے ہی مر جانے کی تمنا کروں گا۔"

زرد شیشے کی عینک کا استعمال عام نہیں۔ اس لئے وہ انہیں اس دوکان میں تیار نہ مل سکی۔ فریدی کو جلدی تھی۔ اس لئے اس نے باقاعدہ مہم شروع کر دی۔ کبھی اس دکان میں اور کبھی اُس

دکان میں لیکن اسے مایوسی ہی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"ہم اب تک خواہ مخواہ وقت برباد کرتے رہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ "کھلونوں کی دکان پر ضرور مل جائے گی۔ بچوں کے لئے کئی رنگوں کی عینکیں بنتی ہیں۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ایک ایسی عینک جس کے شیشے زرد ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"بعد کو بتاؤں گا۔"

"بہت بہتر....!" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "اور اگر میں اس دوران میں مر جاؤں تو راز میرے باپ کو بتا دیجئے گا۔"

"حمید بکو نہیں.... آؤ۔"

وہ سڑک پار کر کے فٹ پاتھ پر چڑھ ہی رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے حمید کو آواز دی۔ وہ دونوں مڑے قاسم اپنی کار روک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اُتر رہا تھا وہ دونوں رک گئے فریدی ناگواری کے ساتھ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

قاسم آیا اور احمقوں کی طرح منہ کھول کر اُن کے قریب کھڑا ہو گیا۔ وہ کبھی حمید کو دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کو۔

"کیا بات ہے؟" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"میں تم سے خوش نہیں ہوں حمید بھائی۔" قاسم تھوک نگل کر بولا۔ "لیکن میں اس وقت پرانے جھگڑے نہیں چھیڑوں گا۔ کیونکہ میں نے ایک بھوت دیکھا ہے۔"

"بھوت....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "برف کا تو نہیں تھا۔"

"نہیں.... فریدی صاحب میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں نے انگریز جوتشی کے یہاں عرفانی کا بھوت دیکھا ہے۔"

"کیا....؟" فریدی اسے گھور کر رہ گیا۔ پھر جلدی سے اس کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قریب کے ایک ریستوران میں چلے گئے۔

"ہاں کیا بات تھی۔" فریدی نے اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد قاسم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوتشی کے یہاں.... عرفانی....!"

"ٹھہرو.... کیا جیر اللہ سے تمہاری جان پہچان ہے۔"

"نہیں تو....!"

"پھر تم وہاں کیسے گئے تھے۔"

"اوہ.... وہ....!" قاسم شرما کر بولا۔ "یہی ذرا قسمت کا حال وال....!"

"خیر ہاں.... عرفانی کی کیا بات تھی۔"

"واپسی پر میں نے ایک کمرے میں عرفانی کی شکل کا ایک آدمی دیکھا تھا جو آرام کرسی پر لیٹا سگار پی رہا تھا۔"

"عرفانی کو تم کیسے جانتے ہو۔"

"اوہ.... میں نے اخبار میں تصویر دیکھی تھی۔"

"تب پھر تمہیں دھوکا ہی ہوا ہوگا.... صرف تصویر دیکھ کر۔"

"مجھے یقین واشق ہے۔"

"واشق نہیں.... واثق.... بھوندو....!" حمید بیچ میں بول پڑا۔

"واشق....!" قاسم اُسے گھور کر غرایا۔ "میرے والد صاحب یہی بولتے ہیں۔"

"کیا تمہارے والد صاحب بابائے اردو ہیں۔" حمید نے کہا۔

"تم خود ہو گے بابائے اردو.... ذرا زبان سنبھال کر ہاں۔" قاسم ڈپٹ کر بولا۔

"بیکار باتیں نہیں.... حمید خاموش بیٹھو۔" فریدی نے کہا پھر قاسم سے بولا۔

"تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔"

"ہوا ہوگا سالا کچھ....!" قاسم کا موڈ بگڑ گیا تھا۔ "اپنی ایسی کی تیسی میں گیا عرفانی اور اس کا بھوت! ہاں حمید صاحب تم نے اس دن مجھے شراب کیوں پلائی تھی۔"

"کیا میں نے اپنے ہاتھ سے پلائی تھی۔"

"کہا تو تھا تم نے.... تم نے بہکایا تھا مجھے۔"

"میرے کہنے سے تم زہر پی لو گے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"ذرا کہہ کر تو دیکھو.... کیسی گت بناتا ہوں۔"

"اوں.... ہونہہ.... چھوڑو بھی یہ جھگڑے۔" فریدی کافی کے لئے آرڈر دے کر بولا۔

"ہاں جیر اللہ نے کیا بتایا تھا تمہارا ہاتھ دیکھ کر۔"

قاسم نے جواب دینے کے بجائے شرما کر سر جھکالیا۔ کچھ دیر ناخن سے دانت کریدتا رہا پھر کنکھیوں سے دروازے کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "اس نے بتایا ہے! بیوی یہی رہے گی۔"

"تب تو تمہیں ضرور زہر پی لینا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"تم چپ رہو حمید بھائی.... الا قسم تمہاری طرف سے دل میں میل آگیا ہے اگر پلائی ہی تھی تو.... وہاں چھوڑ کر چلے کیوں آئے تھے.... اگر میں بھی شرارت کروں تو۔"

"بھلا تم کیا شرارت کرو گے؟" حمید نے پوچھا۔

"میں کسی اخباری رپورٹر سے بتا سکتا ہوں کہ تم نے اس دن جوزف کی کار میں گھٹالا کر دیا تھا اور اُسی دن وہ مر گیا۔"

"لیکن تم ایسا ہر گز نہیں کرو گے۔" فریدی اُسے گھور کر بولا۔

"نہیں کروں گا.... میں نے تو مثال کے طور پر کہا ہے۔ لیکن آپ حمید بھائی کو سمجھا دیجئے۔ میری پیٹھ کی کھال اُدھڑ گئی ہے۔"

"کیوں....؟" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"والد صاحب نے بندھوا کر ہنٹر سے خبر لی تھی۔"

"چہ چہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "حمید تم بڑے سور ہو۔ خبردار اب جو کبھی قاسم کو پریشان کیا۔"

"بیوی کے سامنے۔" حمید نے پوچھا۔

"بس زیادہ جان نہ جلاؤ۔ اگر بیوی کے سامنے پٹا ہوتا تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔ ویسے وہ سالی میری کچھ حقیقت نہیں سمجھتی۔"

"واقعی نہ سمجھتی ہو گی اور نہ اس وقت تک سمجھے گی جب تک کہ تم کوئی بڑا کارنامہ انجام دو۔" حمید بولا۔

"کیسا کارنامہ....!" قاسم نے پوچھا۔

"ایسا جس سے تمہاری شہرت ہو۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "مثلاً عنقریب فری اسٹائل کا دنگل شروع ہونے والا ہے تم کسی نامی پہلوان کو للکار دو۔"

"مجھے داؤں پیچ نہیں آتے۔"

"فری اسٹائل میں زیادہ داؤں پیچ نہیں ہوتے۔"

"مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔"

"اگر سکھا دیا جائے تو۔"

"میں لڑ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک تو.... فریدی صاحب تمہیں سکھا دیں گے۔"

"کیوں؟ آپ سکھا دیں گے۔" قاسم چہک کر بولا۔

"ہاں کسی وقت اطمینان سے آنا۔" فریدی نے کہا۔

"ویسے میں دھوبی پاٹ بڑی اچھی مارتا ہوں۔" قاسم بولا۔

"ہوں خیر.... دیکھا جائے گا۔ لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ اُس آدمی اور عرفانی میں کوئی مشابہت تھی۔"

"مشابہت کیا.... وہ ہو بہو عرفانی تھا۔ مجھے یقین ہے میں وہاں سے نکل کر سیدھا آپ کے یہاں گیا تھا۔ مگر آپ نہیں ملے تھے۔"

"تم نے کس وقت دیکھا تھا۔"

"تقریباً چار بجے۔"

"کسی اور سے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔"

"نہیں.... کسی سے نہیں۔"

"اچھا تو اب کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔"

حمید کو الجھن ہونے لگی تھی وہ زرد رنگ کی عینک کے متعلق سوچ رہا تھا اور قاسم کی اس کہانی کی اُس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں تھی۔

رنگ جاگتے ہیں

فریدی اور حمید آفس پہنچے ہی تھے کہ فریدی کو سپرنٹنڈنٹ کا پیغام ملا جو اپنے آفس میں اُس کا منتظر تھا۔

"سوپر کو شاید آپ سے پھر عشق ہو گیا ہے۔" حمید ہنس کر بولا۔

سپرنٹنڈنٹ نے بڑی خوش اخلاقی سے فریدی کا استقبال کیا۔

"فریدی صاحب۔" اُس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ عرفانی والا کیس آپ کو نہ مل سکا۔ حالانکہ میں نے بہت کوشش کی۔"

"میں آپ کا شکر گذار ہوں اور پھر اکیلے میں ہی تو نہیں ہوں اور بھی ہیں۔ میں دراصل اس وجہ سے دلچسپی لے رہا تھا کہ عرفانی سے میرے خاص قسم کے تعلقات تھے۔"

"آپ جیرالڈ سے خواہ مخواہ جا بھڑے۔" سپرنٹنڈنٹ نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں! سوپر میں تو صرف جوزف کے سلسلے میں اُس سے ملا تھا اور ہماری گفتگو دائرہ اخلاق ہی میں رہی تھی۔"

"اُسے شاید کسی طرح علم ہو گیا تھا کہ آپ کے کچھ آدمی اسکے مکان کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"ہو گا....!" فریدی لاپروائی سے بولا۔ "میں اب اس میں دلچسپی نہیں لے رہا ہوں۔"

"کیس مسٹر آصف اور مسٹر سنگھ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

"پتہ نہیں کیا چیز تھی جسے قاتل تلاش کر رہے تھے۔ معلوم نہیں وہ انہیں ملی یا نہیں۔"

"مل ہی گئی ہو گی۔"

سپرنٹنڈنٹ تیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا پھر ذرا سا مسکرا کر بولا۔ "کیا آپ اس سلسلے میں کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یعنی....!"

"میں یہ چھپا رہا ہوں کہ قاتلوں کو وہ چیز نہیں ملی۔"

"آپ کو کیسے علم ہوا۔"

"اس طرح کہ کچھ لوگ ان بنکوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں جن میں عرفانی کا اکاؤنٹ تھا۔ وہ خود کو عرفانی کا رشتہ دار ظاہر کر کے یہ بات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عرفانی نے کوئی چیز سیف کسٹڈی میں تو نہیں رکھوائی تھی۔"

"ممکن ہے وہ اس کے رشتہ دار ہی ہوں۔"

"جی نہیں ان کا صرف ایک بھتیجا ہے اور وہ بے چارہ ابھی تک خاموش ہی بیٹھا ہوا ہے۔"

"ہوں....!" سپرنٹنڈنٹ کی طویل "ہوں" خاموشی میں بدل گئی اور پھر اُس نے کچھ دیر بعد کہا "آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"جوزف کی موت کے بعد سے معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"وہ قاتلوں کا شریک کار تھا۔ آخر ایک انگریز کا عرفانی سے کیا تعلق۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "بہتیری باتیں قابل غور ہیں.... مثال کے طور پر ایک یہی کہ برنارڈ جیسے بدنام آدمی کو جیرالڈ کے یہاں کیا کام ہو سکتا ہے۔"

"کیا برنارڈ.... وہ.... اینگلو انڈین۔"

"جی ہاں وہی.... جیرالڈ کے بیان کے مطابق وہ بھی آج کل بدھ ازم سے بہت متاثر نظر آ رہا ہے۔"

"مسٹر فریدی سچی بات تو یہ ہے کہ میں بھی....!" سپرنٹنڈنٹ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

فریدی نے پہلے تو اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر یک بیک اس طرح بے تعلق نظر آنے لگا جیسے اُسے اس کی ادھوری بات سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"بہر حال میں نے آپکو اس لئے تکلیف دی تھی کہ آپ آصف وغیرہ کی مدد کرتے رہیں۔"

"بھلا یہ کیونکر ممکن ہے.... جب کہ میں باضابطہ طور پر بے تعلق کر دیا گیا ہوں۔"

"بھئی اب کیا کیا جائے.... اوپر کے یہی احکام ہیں۔"

"جی ہاں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ جب اوپر والوں کو مجھ پر اعتماد نہیں رہا تو میں کیوں خواہ مخواہ دخل دوں۔"

"میں خود بھی.... جیرالڈ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔" سپرنٹنڈنٹ آہستہ سے بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا.... کچھ دیر سکوت رہا.... پھر فریدی نے کہا۔ "مجھے دوماہ کی رخصت چاہئے۔"

"اوہ.... تو اس کا مطلب یہ ہے کہ....!"

"نہیں میں اس کیس میں دلچسپی لینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مجھے آرام کی ضرورت ہے۔"

"لیکن چھٹی لینے سے تو افسرانِ بالا یہی سمجھیں گے۔"

"سمجھا کریں مجھے آرام کی سخت ضرورت ہے اگر چھٹی نہ ملی تو میں استعفا دے دوں گا۔"

"اوہو.... استعفا....!" سپرنٹنڈنٹ ہنسنے لگا۔ "تب تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"نہیں.... قطعی نہیں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔ "میرے مخصوص اجازت نامے کی منسوخی میری سب سے بڑی توہین ہے۔ میرے جذبات شدت سے مجروح ہوئے ہیں۔"

"اوہ....!" سپرنٹنڈنٹ اُسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس کی بات کے وزن کا اندازہ لگا رہا ہو۔ فریدی کا چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔

"آپ....!" سپرنٹنڈنٹ تھوڑے تامل کے بعد بولا۔ "درخواست لکھئے میں کوشش کروں گا۔"

فریدی کے استعفا کا معاملہ ہی ایسا تھا اُس کے محکمے کے لوگ تو دل سے چاہتے تھے کہ وہ کسی طرح محکمے سے الگ ہو جائے اس کی موجودگی میں افسرانِ بالا تک احساسِ کمتری میں مبتلا رہتے تھے اور اُس کے ہم رتبہ لوگوں کا تو یہ عالم تھا کہ اُسے اپنی ترقی کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔

فریدی اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے رخصت نہ مل سکے گی اور ایسی صورت میں خاص طور پر اس میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی جب کہ اُس نے سبک دوش ہو جانے کی دھمکی دی ہو۔

فریدی اپنے کمرے میں واپس آگیا یہاں سرجنٹ حمید ایک نئی ٹائپسٹ لڑکی کو ٹافیاں کھلا رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اُس نے کہنا شروع کر دیا۔ "ہاں دیکھئے اس کی تین کاپیاں نکال لیجئے۔ فائل نمبر تین میں نیچے سے چوتھا ڈرافٹ.... بس جائیے۔"

لڑکی خود ہی فریدی کو دیکھ کر سراسیمہ ہو گئی تھی۔ حمید کا اشارہ پاتے ہی کھسک گئی۔ فریدی کو دیکھتے ہی آفس کی سبھی لڑکیاں حواس باختہ ہو جاتی تھیں اور اُس کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔ اُس نے آج تک کسی ٹائپسٹ لڑکی کو براہِ راست کوئی کام نہیں دیا تھا۔ اور نہ اُن سے کبھی گفتگو کرتا تھا اگر انہیں اس کا کوئی ڈرافٹ ٹائپ کرنے میں دشواری ہوتی تو وہ حمید کی وساطت سے کام بنا لیا کرتی تھیں۔

"حمید! دوماہ کی چھٹی کی درخواست لکھو۔" فریدی نے آفس میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"اُف فوہ.... آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔ ابھی پرسوں ہی تو اُس سے جان پہچان ہوئی ہے۔"

"بکو نہیں!.... میں نے سینکڑوں بار سمجھایا کہ آفس کی لڑکیوں سے فلرٹ نہ کیا کرو۔"

"تو پھر آپ ہی مجھے کوئی ایسی لڑکی تلاش کر دیجئے جس سے میں فلرٹ کر سکوں۔"

"ارے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"خوب رہی! گویا یونہی بیکار بیٹھے مکھی مارا کریں۔"

"میں کہتا ہوں درخواست لکھو۔"

"لکھتا ہوں۔" حمید پیڈ اٹھا کر سامنے رکھتا ہوا بولا۔ "بولئے کیا لکھ دوں۔"

"دوماہ کی رخصت کی درخواست۔"

"ارے تو لکھوں کیا....؟" حمید پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ "لکھ دوں کہ کسی عزیز کو بیمار ڈال کر مارنا چاہتا ہوں یا میں خود ہی بیمار ہو کر مر جانا چاہتا ہوں۔"

"جو دل چاہے لکھ دو! ظاہر ہے کہ منظور تو ہو گی نہیں۔"

"ہائیں۔" حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "پھر کاغذ خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیونکہ اس کے بعد پھر کاغذ خراب کریں گے استعفاء کے لئے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر ایک اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں آج رات کی گاڑی سے اللہ میاں کے یہاں جا رہا ہوں۔"

"تم بھی میرا وقت برباد کر رہے ہو۔"

"نہیں میں رخصت کی درخواست دے کر ملک الموت کو دعوت دے رہا ہوں۔" حمید بڑبڑاتا رہا اور اس کا قلم کاغذ پر چلتا رہا۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ.... آپ رخصت کی درخواست محض اس لئے دے رہے ہیں کہ کھلونوں کی دکان پر زرد رنگ کی عینک تلاش کر سکیں۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ اُن کے ساتھ جھن جھنے اور غبارے ضرور خریدیں گے۔"

درخواست لکھ کر اُس نے فریدی کی طرف بڑھادی۔

"ہم دونوں کی طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اس لئے ہم گھر واپس جائیں گے۔"

حمید گھبرا کر اپنی نبض ٹٹولنے لگا۔

"اور ہم میں سے مرے گا کون پہلے۔" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

فریدی اپنی میز پر بیٹھ کر درخواست لکھنے میں مشغول ہو گیا تھا۔ جب لکھ چکا تو اس نے حمید کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "عینکیں بن کر آگئی ہوں گی۔"

"اُس قسم کی تو نہیں ہیں جیسی ہنٹر والی لگاتی تھی۔"

فریدی اس کی بات کا جواب دیئے بغیر سپرنٹنڈنٹ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

دو گھنٹے بعد وہ دونوں گھر میں تھے۔

حمید اپنے کمرے میں اوندھا پڑا.... شبلی کی ایک نظم انگریزی لے میں گنگنا رہا تھا۔ اور سرہانے کی گول میز پر اُس کی پالتو چوہیا پچھلی ٹانگوں پر پھدک رہی تھی۔

اچانک فریدی کمرے میں داخل ہوا وہ اپنی اوپری منزل والی تجربہ گاہ سے آیا تھا۔ حمید نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا.... فریدی کا چہرہ سرخ تھا اور اس کی آنکھوں میں وہی پرانی وحشیانہ چمک تھی جو اُس کی کسی کامیابی پر دلالت کرتی تھی۔

"اٹھو! فرزند....!" وہ مخصوص فاتحانہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "ورنہ تمہیں افسوس ہوگا۔"

"کوئی خاص بات۔"

"وہی زرد عینک....!"

"اوہ....!"

"آؤ.... اٹھو۔"

فریدی اُسے تجربہ گاہ میں لے آیا پھر وہ اُس مخصوص حصے میں آئے جہاں فریدی نے فلمیں دھونے کے لئے ڈارک روم بنا رکھا تھا۔ ڈارک روم میں نیلے رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"آپ کے ڈارک روم میں بھی نیلا بلب....!" حمید بڑبڑایا۔

فریدی نے میز پر سے دوسری زرد عینک اٹھا کر حمید کی آنکھوں پر لگا دی۔

"واہ.... واہ....!" حمید بچوں کی طرح تالیاں بجا کر بولا۔ "اے سبحان اللہ فریدی صاحب!

ارے یہ روشنی تو سبز ہو گئی.... کمال ہے۔"

"بکو مت....! فرزند ابھی تمہاری آنکھیں نکل پڑیں گی۔" فریدی نے کہا "اُدھر دیکھو... یہ کیا ہے۔"

"وہی نامراد ڈائری۔"

"اب دیکھو....!"

دفعتاً حمید کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ ڈائری کے پہلے ہی صفحہ پر تحریر نظر آ رہی تھی۔ کتھئی رنگ کی تحریر۔ حروف کے کناروں پر پیلا رنگ جھلکیاں مار رہا تھا۔ حمید نے چشمہ اُتار دیا۔ اب وہی صفحہ بالکل سپاٹ پڑا تھا۔ تحریر کیا کوئی ہلکا سا نقش بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔ کاغذ کی سطح نیلی روشنی کی وجہ سے نیلی دکھائی دے رہی تھی۔ حمید نے پھر چشمہ لگا لیا۔ کاغذ کی سطح کی نیلی رنگت سبزی میں تبدیل ہو گئی اور کتھئی رنگ کی تحریر.... حمید کا دماغ چکرا گیا.... فریدی صفحات الٹتا رہا۔ تحریر قریب قریب ڈائری کے آدھے صفحات میں پھیلی ہوئی تھی۔

"اب بتاؤ....!" فریدی ڈائری بند کر کے بولا۔ "کیا میں پاگل تھا.... بولو۔"

"لیکن جناب! لیکن آپ ہر معاملے کی شروعات پاگل پن ہی سے کرتے ہیں۔ اگر پہلے ہی یہ بتا دیا ہوتا.... تو کیوں....؟"

"پہلے مجھے بھی یقین نہیں تھا۔ بچپن کی ایک بھولی بسری یاد کے سہارے یہ سب کچھ کرتا چلا گیا۔"

"بھولی بسری یاد سے کیا مطلب۔"

"اسے پڑھو! خود ہی معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے ڈائری اُس کی طرف بڑھا دی۔

حمید پڑھنے لگا۔ "کمال میاں! تمہیں تاش کے پتے اور سادی ڈائری دیکھ کر حیرت تو ضرور ہو گی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم اس کی تہہ تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔ خفیہ تحریر کا یہ طریقہ میں نے اور تمہارے والد مرحوم نے ایجاد کیا تھا۔ تم اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ تمہارے والد نے تم سے اس کا تذکرہ ضرور کیا ہوگا۔ تعلیمی تاش کے یہ پتے پُر اسرار ہیں۔ میں ان کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں کچھ لوگ انہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے پاس کیا ہے ان تاشوں سے دراصل ان کا کوئی راز وابستہ ہے۔ اس دوران میں کئی بار مجھ پر حملے بھی ہو چکے ہیں لیکن میں بچتا ہی رہا۔ آج نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ

یہ میری زندگی کا آخری دن ہے لہٰذا میں اس طریقے سے ان چیزوں کو تم تک پہنچانے کی کوشش کررہا ہوں۔ میری داستان طویل ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کہاں سے شروع کروں.... بہرحال تمہیں یاد ہوگا۔ دو تین ماہ قبل کی بات ہے پولیس کو ایک عجیب و غریب کیس سے واسطہ پڑا تھا۔ بات یوں تھی کہ واکر اسٹریٹ میں ایک آدمی پیدل جارہا تھا۔ اچانک ایک کار اُس کے قریب سے گذری اور کار سے اس پر کسی نے گولی چلائی۔ پیدل چلنے والا سڑک کے کنارے گر گیا۔ راہ گیر سمجھے کہ اُسے گولی لگی ہے جب کار واکر اسٹریٹ سے دوسری سڑک پر مڑ گئی تو گرنے والا اٹھ بیٹھا۔ اُس کے گرد بھیڑ لگ گئی لوگوں نے پوچھ گچھ شروع کی۔ لیکن وہ سرے ہی سے اس بات کا منکر تھا کہ اُس پر گولی چلائی گئی تھی۔ اُس نے گرنے کا سبب ایک قسم کا دورہ بتایا جس کا وہ عرصے سے شکار تھا ہر کس و ناکس نے گولی چلانے کی آواز سنی تھی اور کار کی کھڑکی کے آگے دھواں بھی لہراتا دیکھا تھا۔ ڈیوٹی کانسٹیبل بھی گواہ تھا لیکن گرنے والا فائر کرنے والے خیال کا مضحکہ اڑاتا رہا اُس نے یہ بات کسی طرح نہ تسلیم کی کہ اس پر گولی چلائی گئی تھی۔ اتفاق سے میں بھی جائے واردات پر موجود تھا مجھے بڑی حیرت ہوئی بہرحال میں نے اُس آدمی کو نظر پر چڑھا لیا میں نے نہ صرف اُس کی جائے قیام کا پتہ لگالیا بلکہ اُس سے جان پہچان بھی پیدا کرلی۔ وہ ہر طرح سے ایک پُراسرار آدمی تھا اُس کے پڑوسیوں کو بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ حتیٰ کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اُس کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے اُس کے بعض حالات کا علم ہوتا گیا۔ وہ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر تھا اور اُس نے دوسری جنگ عظیم میں بہتیرے نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے اور پھر میں نے اس کے ملنے جلنے والوں میں کئی مشتبہ آدمی دیکھے ایسے آدمی جن کے متعلق جنگ کے دوران میں شبہہ کیا جارہا تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھ اہم ترین فوجی راز بھیجا کرتے تھے۔ پولیس کا خیال بھی یہی تھا لیکن ان لوگون کے خلاف وہ ٹھوس قسم کے ثبوت نہیں حاصل کرپائی تھی۔ بہرحال یہ دیکھ کر میرا ذوق تجسس پوری طرح بیدار ہوگیا۔ اس پراسرار آدمی سے میری گہری دوستی ہوگئی تھی اور میں نے اس سے اپنے بارے میں بھی سب کچھ صحیح صحیح بتادیا لیکن اس کو اس بات کی ہوا بھی نہ لگنے دی کہ میں نے اس سے کیوں راہ و رسم پیدا کی ہے۔

داستان طویل ہے میں اسے مختصر کرنے کی کوشش کررہا ہوں ہوسکتا ہے کہ اس کوشش

میں کوئی ضروری تفصیل رہ جائے.... میں نے تمہیں اس کا نام تو بتایا ہی نہیں۔ اس کا نام شیکھر تھا اور وہ زینت محل کی نچلی منزل کے تیسرے فلیٹ میں تنہا رہتا تھا۔ ایک رات میں اُس سے ملنے کے لئے گیا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں بے دھڑک اندر چلا گیا۔ اچانک وہ مجھے فرش پر اوندھا پڑا ہوا دکھائی دیا۔ اُس کی پیٹھ سے خون ابل رہا تھا اور اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہونٹ ہل رہے تھے اس نے نحیف آواز میں مجھ سے کہا کہ اُسے اٹھا کر پلنگ پر ڈال دوں۔ اُس نے نہ تو مجھے پولیس کو مطلع کرنے دیا اور نہ طبی امداد ہی کے لئے تیار ہوا۔ پھر اُس نے اٹک اٹک کر مجھے ایک طویل داستان سنائی وہ ایک خطرناک گروہ سے تعلق رکھتا تھا اور اُسی کے بیان کے مطابق اُس گروہ کے عزائم بہت ہی بھیانک تھے لیکن اس نے ان عزائم کا تذکرہ نہیں کیا۔ دل تو چاہتا تھا کہ میں اس کی داستان اسی کے الفاظ میں لکھوں اور اسی ترتیب کے ساتھ۔ لیکن خود میری زندگی کی گھڑیاں گھٹتی نظر آرہی ہیں۔ بہرحال اس نے جو کچھ بتایا اُس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ گروہ بہت بڑا اور انتہائی طاقتور ہے۔ گروہ کے لوگوں کی آپس میں دشمنیاں بھی ہوجاتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو مار بھی ڈالتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی تنظیم سے غداری نہیں کرتا۔ کبھی کسی نے پولیس کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ اُس نے بتایا کہ وہ بھی اسی قسم کے ایک حادثے سے دوچار ہوا ہے۔ لیکن وہ بڑا کبیدہ خاطر تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ صاف صاف تو اُس گروہ کا پتہ نشان نہیں دے سکتا کیونکہ اس نے رازداری کی قسم کھائی تھی لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ گروہ دنیا پر تباہی لائے۔ اُس نے مجھ سے تعلیمی تاش کا پیکٹ اٹھانے کو کہا جو سامنے ہی میز پر پڑا ہوا تھا۔ پھر اُس نے سارے پتوں میں سے دو پتے نکال کر مجھے دیئے اور کہا کہ انہیں پتوں کے ذریعے میری رسائی اُس گروہ تک ہوسکتی ہے۔ اُن پتوں میں سب کچھ ہے اُس کی ہدایت تھی کہ میں انہیں سمجھنے کی کوشش کروں۔ ابھی یہ گفتگو ہورہی تھی کہ ایک آدمی آگیا اور شیکھر اُسے دیکھتے ہی جوش میں بھر گیا اُس کے منہ سے عجیب طرح کی آوازیں نکلنے لگیں پھر اُس نے چیخ کر مجھ سے چلے جانے کو کہا اور کہا کہ میں اُس چیز کو حفاظت سے رکھوں ایک دن انصاف ہوجائے گا۔ میں چلا آیا.... دوسرے دن کے اخبارات میں زینت محل سے برآمد ہونے والی ایک لاش کی خبر تھی.... اُسی دن سے مجھ پر حملے ہونے شروع ہوگئے۔ انہیں اُس چیز کی تلاش ہے جو اُس مرتے ہوئے آدمی نے مجھے دی تھی۔ خدا کرے یہ دونوں چیزیں تم تک بحفاظت پہنچ جائیں۔ میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔"

حمید نے ڈائری بند کر دی۔ اور تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

"کئی باتیں رہ گئیں۔" بالآخر فریدی بولا۔ "نہ تو اُن مشتبہ آدمیوں کے نام ہیں جو شیکھر سے ملتے رہتے تھے اور نہ اُس شخص کے متعلق وضاحت ہے جو آخیر وقت میں شیکھر کے فلیٹ میں آیا تھا۔"

"شیکھر کی لاش پندرہ دن قبل ملی تھی شاید۔" حمید نے کہا۔

"ہاں لیکن اُس کے فلیٹ سے کوئی ایسی چیز نہیں برآمد ہوئی تھی جو پُر اسرار ہوتی۔"

"آخر یہ کس قسم کا گروہ ہے.... اور وہ خوفناک عزائم کیا ہیں۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ اُس کی آنکھیں خلاء میں گھور رہی تھیں۔

دوسرا حصہ

کڑکڑاتی ہڈیاں

انور اور رشیدہ کیفے کاسینو میں شام کی چائے پی رہے تھے۔ انسپکٹر آصف بھی تھا.... اور آج وہ کچھ بجھا بجھا سا نظر آ رہا تھا۔ غالباً اس کی وجہ وہ ناکامی تھی جو دن بھر کی دوڑ دھوپ کے باوجود بھی اُس کے حصے میں آئی تھی۔

"مجھے یقین ہے۔" آصف گلا صاف کر کے بولا۔ "فریدی کوئی خاص بات جانتا ہے جس کا تذکرہ اُس نے سرکاری رپورٹ میں نہیں کیا۔"

"کرتے بھی کیا۔" انور کیک کا ایک بڑا سا ٹکڑا نگلتا ہوا بولا۔ "سرکاری رپورٹیں تو ردی کے بھاؤ بکا کرتی ہیں۔"

"انور تمہاری مدد کے بغیر میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"مائی ڈیئر اولڈ آصف....!" انور آہستہ سے بولا۔ "وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں اپنا قرض کس طرح ادا کروں۔"

"پھر اڑے تم....!"

"میں سچ کہہ رہا ہوں.... اس ماہ میں تین سو کا مقروض ہو گیا ہوں۔"

"میں بھی آج کل تنگ دست ہو رہا ہوں۔" آصف بڑبڑایا۔

"پھر بھلا بتاؤ میں تمہاری مدد کس طرح کر سکتا ہوں۔ اگر تمہاری مدد کرتا ہوا کام آ گیا تو میرے قرض خواہ روز قیامت مجھے خون اور پیپ کی کاک ٹیل پلوا دیں گے۔"

"تو تم صاف انکار کرتے ہو۔"

"نہیں پیارے! میں تو دل و جان سے تمہاری خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ مگر میرا قرض۔"

"رشیدہ تم سمجھاؤ۔" آصف گھگھیایا۔

"بھلا میری کون سنے گا۔" رشیدہ بولی۔

"خدا سنے گا تمہاری۔ تم کچھ سناؤ بھی تو۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا سنو!" آصف نے انور کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر مدد نہیں کر سکتے تو یہی کرو کہ فریدی کے لئے اس کیس میں کوئی کام نہ کرنا۔"

"مگر میں نے تو سنا ہے کہ یہ کیس انہیں نہیں دیا گیا۔"

"یہی نہیں۔" آصف مخصوص اجازت نامہ بھی کینسل کر دیا گیا ہے۔"

"تب پھر....!"

"نہیں وہ اپنی ٹانگ ضرور اڑائے گا۔"

"تو پھر آصف صاحب مجھ میں تو اتنا دم نہیں کہ میں اُن کی ٹانگ ہٹا دوں۔"

"تم اس کے لئے کام نہیں کرو گے۔"

"لیکن انہوں نے اگر میرا قرض ادا کر دیا تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔"

"قرض....!" آصف اُسے گھور کر رہ گیا۔

"صرف تین سو ہیں زیادہ نہیں۔"

"تو تم باز نہیں آؤ گے اچھا دیکھ لوں گا.... کبھی مجھ سے بھی کوئی کام پڑے گا۔"

"یار آصف بور مت کرو۔ میں ویسے ہی پریشان ہوں۔"

پھر انور نے رشیدہ کو اشارہ کیا کہ وہ اٹھ کر چلی جائے۔ رشیدہ چند لمحے ادھر اُدھر دیکھتی رہی پھر اٹھ کر چلی گئی انور چائے ختم کر چکا تھا وہ ایک سگریٹ سلگا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ آصف اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم جوزف کی بیوی سے ملے تھے۔" انور نے آصف سے پوچھا۔

"ملا تھا.... لیکن اس عورت سے کچھ معلوم کر لینا انتہائی دشوار ہے۔"

"اگر میں اس سے کچھ معلوم کرلوں تو تم مجھے کتنا معاوضہ دو گے۔"

"مگر میں اُس سے کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا۔" آصف جلدی سے بول پڑا۔

"پھر تم مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتے ہو۔"

"بات یہ ہے کہ۔" آصف قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔ "فریدی سے تمہارے تعلقات اچھے ہیں تم اُس سے کسی طرح وہ بات معلوم کرلو جو اُس نے سرکاری رپورٹ میں نہیں لکھی۔"

"مجھے معلوم ہے وہ بات۔" انور نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" آصف ہمہ تن اشتیاق بن گیا۔

"سرکاری رپورٹ میں انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ وہ تمام عمر کنوارے رہنے کی قسم کھا چکے ہیں۔"

"انور بچپنا مت کرو.... میں آج بہت پریشان ہوں۔"

"اگر تم واقعی پریشان ہو تو میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا.... مگر میں بغیر معاوضہ لئے کبھی کوئی مشورہ نہیں دیتا.... آصف صاحب مجھے افسوس ہے۔" انور نے کہا۔

"اوہ.... یہ رشیدہ کہاں چلی گئی۔" دفعتاً وہ چونک کر بولا۔ "مسٹر آصف ایک منٹ.... میں ذرا دیکھ لوں رشیدہ کہاں چلی گئی۔"

انور کے جانے کے بعد آصف اونگھتا رہا۔ اس دوران میں بیرا بل رکھ کر چلا گیا اور آصف کو خبر تک نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چونکا۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ انور کو گئے ہوئے پندرہ بیس منٹ ہو چکے تھے۔ پہلے تو آصف نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی لیکن پھر بُری طرح چونکا اور ساتھ ہی اُس کی نظر بل پر پڑ گئی پھر یہ حقیقت اس پر روشن ہوگئی کہ بل کے دام اسی کو ادا کرنے پڑیں گے انور اور رشیدہ چکمہ دے کر نکل گئے حالانکہ خود انور ہی نے آصف کو چائے کی دعوت دی تھی۔

آصف نے طوعاً و کرہاً بل کے دام چکائے اور ایک مفلوج آدمی کی طرف بدن ڈھیلا چھوڑ کر کرسی کے ایک طرف جھک گیا۔ اُسے آج کے منحوس دن پر غصہ آرہا تھا۔ کیونکہ آج صبح ہی سے اُسے برابر ہر جگہ چوٹ ہو رہی تھی.... اور انور نے تو تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔

اب وہ تنہا بیٹھ کر مکھیاں تو مار نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ کیفے کا سینو ایک صاف ستھری جگہ تھی لہٰذا آصف کو چھاتی پر صبر کی سل رکھنی ہی پڑی۔

انور کی موٹر سائیکل کی رفتار کنگس لین میں داخل ہوتے ہی کم ہوگئی سولہ نمبر کی کوٹھی کے سامنے وہ رک گیا چند لمحوں کے بعد وہ برآمدے میں لگی ہوئی گھنٹی بجا رہا تھا۔ دروازہ خود پیملیا نے کھولا۔ انور اُسے پہچانتا نہیں تھا اُس نے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے مسز پیٹر سے ملنا ہے۔"

"اوہ....!" پیملیا کارڈ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "کرائم رپورٹر....!"

پھر وہ خالی خالی نظروں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"کیا چاہتے ہو۔" اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا سروکار....!" انور خشک لہجے میں بولا۔

پیملیا اس وقت خانگی لباس میں تھی اور انور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مکان کی مالکہ خود ہی گھنٹی کے جواب میں دروازے تک آئی ہوگی بہرحال وہ اسے خادمہ نہیں تو پیملیا کی سیکریٹری ضرور سمجھا تھا۔

"میں ہی مسز پیٹر ہوں۔" پیملیا آہستہ سے بڑبڑائی۔

"اوہ معاف کیجئے گا۔" انور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ "مسٹر جوزف بڑے اچھے آدمی تھے میں ان کی سوانح حیات شائع کرنا چاہتا ہوں۔"

"مگر اُن پر بھی تو ایک قتل کا الزام تھا۔" پیملیا نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"مجھے اس کہانی پر یقین نہیں۔" انور نے کہا۔ "یہاں کی پولیس ناکارہ اور کام چور ہے۔ سو میں پچھتر کیس ایسے ہوتے ہیں جن میں وہ یا تو دھوکا کھاتی ہے یا اپنی آسانی کے لئے جان بوجھ کر فرضی کہانیاں گھڑ لیتی ہے۔ مجھے پیٹر سے ہمدردی ہے کیونکہ وہ میرا دوست تھا۔"

"اوہ.... اندر آجایئے۔" پیملیا کی آواز بڑی رسیلی تھی۔

انور اندر چلا گیا۔ وہ نشست کے کمرے میں آئے۔

"میں یہ بھی سمجھتا ہوں۔" انور کہہ رہا تھا۔ "پیٹر قتل کیا گیا ہے.... اور اس میں کسی آدمی کا ہاتھ ہے۔ درندے کی داستان بھی فرضی ہی معلوم ہوتی ہے۔"

"مگر مسٹر انور وہ بال میں نے بھی دیکھے تھے۔"

"ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے ایسے نشانات بڑی آسانی سے مہیا کئے جاسکتے ہیں۔"

پیملیا کچھ نہ بولی۔ وہ انور کے صحت مند جسم کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی آنکھیں بار بار اس کے خوبصورت چہرے پر جم جاتی تھیں.... انور کہہ رہا تھا۔ "مسز پیٹر.... اگر آپ میری تھوڑی بہت مدد کریں تو.... قاتل کا سراغ مل سکتا ہے.... اور آپ کو کرنا چاہئے۔"

"لیکن ہم کبھی نہیں ملے۔" پیملیا حیرت سے بولی۔

"یہ ایک افسوس ناک اتفاق ہے۔ میں نے اس کے لئے بہتیری تعلیمات کا ترجمہ کیا تھا۔ پیٹر آپ سے بہت محبت کرتا تھا اکثر کہا کرتا تھا کہ بدھ ازم ترک کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن میں پیملیا کے علاوہ سب کچھ ترک کرسکتا ہوں۔"

"اوہ....!" پیملیا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

"آپ خود کو سنبھالئے ہمیں پیٹر کے قاتل سے انتقام لینا ہے۔" انور بولا۔ "میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ کو باہر لے جاؤں۔ اگر آپ سوگ میں پڑیں تو یہ پیٹر کی روح سے دشمنی ہوگی۔ ہمیں اُس کے قاتل کو ڈھونڈنا ہے۔"

"مگر مسٹر.... آر....!" وہ اُس کے ملاقاتی کارڈ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "مسٹر انور.... میں کسی پر اعتماد نہیں کرسکتی۔ میں اس دیس میں آکر لٹ گئی.... تباہ ہوگئی۔"

"ٹھیک ہے۔" انور نے کہا۔ "اتنی جلدی کسی پر بھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے لیکن میں آپ کو اپنی اور پیٹر کی ایک یادگار تصویر دکھاؤں۔"

انور نے اپنے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر پیملیا کی طرف بڑھادی۔

اس میں جوزف پیٹر اور انور ایک ہی میز پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ پیٹر انور کی طرف پیسٹریوں کی پلیٹ بڑھا رہا تھا اُس کے ہونٹوں پر بے تکلفانہ انداز کی مسکراہٹ تھی انور نے اس تصویر پر بڑی محنت کی تھی اسے اُس نے ایک فوٹوگرافر کی دکان سے حاصل کیا تھا۔ حقیقتاً تصویر میں پیٹر کے ساتھ انور کی بجائے کوئی اور تھا انور نے بڑے فنکارانہ انداز میں اس کی تصویر الگ کرکے اپنی فٹ کی تھی۔ بہرحال یہ سب کچھ اتنے سلیقے سے کیا گیا تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر

بھی اسے کیمرہ ٹرک نہیں کہہ سکتا تھا۔

"یہ کب کی تصویر ہے۔" پیملیا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اوہ یہ ہماری.... آخری ملاقات ہے۔" انور مغموم لہجے میں بولا۔ "پیٹر میرے دفتر میں آیا تھا.... اور اسٹاف فوٹوگرافر نے وہیں ہماری تصویر لی تھی افسوس.... وہ کام نہ ہوسکا۔ ہم دونوں نے کرائسٹ اور مہاتما بدھ کی ملتی جلتی تعلیمات کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"اوہ....!" پیملیا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

اُسی رات کو انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید نے.... انور اور پیملیا کو آرلکچو میں رمبا ناچتے دیکھا۔ پیملیا کے گداز جسم کی بوٹی بوٹی تھرک رہی تھی۔

"ہائیں....!" حمید آنکھیں نکال کر سر کھجاتا ہوا بولا۔ "اس کا کیا مطلب۔"

"اسکا یہ مطلب ہے کہ انور واقعی بڑا ذہین ہے وہ بھی اُسی نتیجے پر پہنچا ہے جس پر میں پہنچا تھا۔"

"آپ دونوں غلط ہیں۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن ٹھہریئے۔ میں ابھی اس کی ساری ذہانت خاک میں ملا دیتا ہوں کیا آپ نے اُسے شریک کرلیا ہے۔"

"ابھی تک تو نہیں.... جب ضرورت سمجھوں گا دیکھا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اب ہم محکمے کے آدمیوں سے کوئی مدد نہ لے سکیں گے۔"

"شکریہ.... میں ابھی آیا۔"

حمید کو یاد آگیا کہ اُس نے رشیدہ کو کیفے ڈی سائپرلیس میں دیکھا تھا۔ جو آرلکچو سے زیادہ دور نہیں تھا۔

وہ فریدی کو وہیں چھوڑ کر اُس کی تلاش میں نکل گیا۔

پھر اُسے رشیدہ کو آرلکچو تک لانے میں دشواری نہیں ہوئی اس نے دوبارہ ٹکٹ خریدے اور رشیدہ سمیت رنگ ہاؤز میں داخل ہوگیا۔

رقص شباب پر تھا۔ حمید نے انور اور پیملیا کی طرف اشارہ کیا۔ رشیدہ اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔

"اُف فوہ....!" وہ بڑبڑائی۔ "آخر یہ انور مجھ پر ہی یہ کیوں ظاہر کرتا ہے کہ اُسے عورتوں سے نفرت ہے۔"

"اب تم ہی سمجھو۔" حمید لاپرواہی سے بولا۔ "اس کے برخلاف میں تم سے اتنی....!"

"آپ اپنی بات تو رہنے ہی دیجئے۔" رشیدہ چڑ کر بولی۔

"کاش تم میرے دل کے درد کو سمجھ سکتیں....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"زیادہ رومانی بننے کی کوشش نہ کرو۔" رشیدہ کی نظریں بدستور انور اور اس کی ہم رقص پر جمی رہیں۔

"کیا میں تم سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن وہ ہے کون۔" رشیدہ حمید کی طرف مڑی۔

"پتہ نہیں.... تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میں رقص کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"رشو ڈیئر۔"

"اے.... دیکھو تم مجھے اس طرح مخاطب نہ کیا کرو۔"

"آج.... اچھا....!" حمید نے دفعتاً اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ دونوں رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں آگئے۔ رشیدہ جھنجھلا کر حمید کے شانے پر چٹکیاں لے رہی تھی۔

"رشو! تم چاندنی ہو۔" حمید آہستہ سے اُس کے کان میں بولا۔

"میں تمہیں یہیں گرا کر ماروں گی۔"

وہ انور اور اس کی ہم رقص کے قریب سے گذر رہے تھے۔

"دوسروں پر ڈاکہ ڈالنے سے پہلے ہی آدمی لٹ جاتا ہے۔" حمید اتنے زور سے بولا کہ موسیقی کے شور کے باوجود بھی انور نے سن لیا۔ وہ مڑ مڑ کر انہیں گھور رہا تھا۔

"یہ رقابت کا معاملہ تو نہیں۔" رشیدہ بولی۔

"لاحول.... میں تو اُسے جانتا بھی نہیں۔" حمید نے کہا۔ "لیکن ذرا انور کو دیکھو تمہیں دیکھ لینے کے باوجود بھی اس طرح نظر انداز کر رہا ہے جیسے تمہیں جانتا ہی نہیں۔"

"تو اس سے کیا ہوا۔"

حمید چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اب انور اور اس کی ہم رقص نظر نہیں آرہے تھے۔ غالباً آگے بھیڑ میں تھے۔

"کاش....!"

"میں اب کچھ نہیں سنوں گی۔" رشیدہ جھنجھلا کر بولی۔ "مجھے الو نہ بناؤ۔"

"اوہو! اتنی حسین عورت اُلو کیسے بن سکتی ہے.... ویسے میں تم پر اُلو کا میک اپ ضرور کر سکتا ہوں۔"

"ہاں بس تم ایسی ہی باتیں کیا کرو۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "رومانی بننے کی کوشش کرتے ہو تو گدھے نظر آنے لگتے ہو۔"

"مگر مجھے اپنا گدھا پن ہی اچھا لگتا ہے۔ گدھے بھی پسند ہیں.... کیونکہ نہ تو وہ شعر کہتے ہیں اور نہ وقت بے وقت بور کرتے ہیں۔ گدھا تو بڑی عظیم تخلیق ہے۔ رشو ڈیئر! اگر تم کسی گدھے سے شادی کر لو تو۔"

"بکو نہیں....!" رشیدہ بگڑ گئی۔

"گدھے بڑے سعادت مند شوہر ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں تو بعض اوقات یہ سوچنے لگتا ہوں گدھے کو شوہر ہی کیوں نہیں کہا جاتا۔"

"حمید.... مجھے جانے دو۔" رشیدہ نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ مگر حمید کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

"کیوں.... اپنا مذاق اڑاؤ گی۔ میں تو بہت ہی بے حیا قسم کا آدمی ہوں۔ اگر تم مجھے مار بھی بیٹھو گی تو.... جانتی ہو کیا ہوگا۔"

"کیا ہوگا....؟"

"لوگ مجھے تمہارا شوہر سمجھیں گے۔ گدھے چوں بھی نہیں کرتے۔"

رشیدہ کچھ نہ بولی۔ وہ چپ چاپ حمید کے ساتھ رینگتی اور تھرکتی رہی۔ اُس کے پیر غلط پڑ رہے تھے لہٰذا اسے رینگنا اور تھرکنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

"رشو ڈیئر۔" حمید نے پھر چھیڑا۔ "یقیناً تمہیں دکھ ہوا ہوگا۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کیا بک رہے ہو تم۔ مجھے کیوں ہوگا افسوس....! کیا میں انور کی بیوی ہوں۔"

"مگر.... وہ.... مم....!"

"بس زبان بند! ہم صرف دوست ہیں۔"

"ابسن کی Un Womanly Woman بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہ سب بکواس ہے۔"

"اوہو! تو اب تم مجھ پر اپنے مطالعہ کا رعب ڈال رہے ہو۔" رشیدہ ہنس کر بولی۔

"لیکن تم اُلّو ہو.....!"

"افسوس اے حورِ روش اور پری تمثال وائے عشوہ گرو آگیا بیتال.... میں تم سے مم....!"

"شٹ اپ.... میرا مضحکہ نہ اڑاؤ۔"

دفعتاً کچھ دور پھر بھیڑ میں ایک تیز قسم کی نسوانی چیخ سنائی دی۔ رقاصوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ چھوڑ دیئے وہ سب ایک طرف جھپٹ رہے تھے۔

حمید بھی رشیدہ کو وہیں چھوڑ کر اُس طرف لپکا۔ کئی طرح کی ملی جلی آوازیں ہال میں گونج رہی تھیں۔

اُس نے دیکھا.... پیملیا فرش پر پڑی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی اور انور آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہا تھا۔ سب کی توجہ کا مرکز پیملیا ہی ہوئی تھی۔ انور کی طرف کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

کسی نے انور کے شانے پر پیچھے سے ہاتھ رکھ دیا۔ انور مڑا اور حمید نے اُسے بھیڑ سے نکلتے دیکھا.... حمید اُس ہاتھ کو پہچانتا تھا۔ وہ فریدی کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا۔

کچھ عورتوں نے پیملیا کو فرش سے اٹھانا چاہا لیکن انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کئی من وزنی لوہا اٹھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اچانک پیملیا نے اپنے ہاتھ پیر تان دیئے اور اُس کی ہڈیوں کی کڑکڑاہٹ سینکڑوں آدمیوں نے سنیں۔ بس ایسا معلوم ہوا جیسے اس کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا ہو....

دوسرے لمحے میں فرش پر ایک لاش نظر آرہی تھی حمید نے کچھ دیر پہلے بھی وہ چہرہ دیکھا تھا لیکن اب وہ اُسے پہچان نہیں سکتا تھا ناک ٹیڑھی ہو گئی تھی اوپر کا ہونٹ مڑ کر ناک سے جا ملا تھا.... اور دانت.... بڑے خوفناک معلوم ہو رہے تھے وہ کسی انسان کی لاش نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"کوئی.... کمرے سے باہر نہیں جائے گا۔" دفعتاً ایک گرجدار آواز سنائی دی۔ "پولیس۔"

ادھر اُدھر ہال کے دروازے بند ہو گئے۔ ہر ایک اپنی جگہ پر جم گیا تھا۔ حمید نے فریدی کو دیکھا.... وہ آرکسٹرا کے قریب کھڑا مجمع کو گھور رہا تھا۔

خوفناک درندہ

پولیس کی آمد میں دیر نہیں لگی۔ اتفاق سے کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش ہی ڈیوٹی پر تھا۔

فریدی نے اُسی کو فون کیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ مرنے والی جوزف پیٹر کی بیوی پیملیا تھی۔ انسپکٹر جگدیش آصف کو اطلاع دے کر یہاں آیا تھا اُسے معلوم تھا کہ جوزف پیٹر اور عرفانی والا کیس اسی کے سپرد کیا گیا ہے۔

فریدی نے خاص طور پر حمید کی توجہ ایک چیز کی طرف مبذول کرائی۔ بھورے رنگ کے بڑے بڑے بال لاش کے گرد بکھرے ہوئے تھے پھر وہ دونوں لاش کے پاس سے ہٹ آئے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ کوتوالی انچارج کیا کر رہا ہے کوتوالی انچارج کو اب دراصل انسپکٹر آصف کا انتظار تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شاید فریدی اپنے آفیسروں سے لڑ گیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کیس اُسے نہیں سونپا گیا۔ ورنہ اس قسم کے پیچیدہ کیسوں کے لئے محکمے میں فریدی کے علاوہ اور کون تھا۔

رشیدہ بھی اُن دونوں کے پاس ہی آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"انور کہاں ہے۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"گھر گیا۔" فریدی نے جواب دیا۔ "کسی سے اس کا تذکرہ نہ آنے پائے کہ انور اُس کے ساتھ ناچ رہا تھا۔"

رشیدہ کچھ نہ بولی۔ مجمع باہر نکلنے کے لئے بے چین تھا لیکن.... اُسے رکنا ہی پڑا۔ انچارج آصف کے آنے سے پہلے دروازہ نہیں کھلوانا چاہتا تھا۔

"اور وہ بال۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا تم نے کوئی درندہ دیکھا تھا۔" فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"نہیں تو.... غالباً کسی نے بھی نہیں دیکھا تھا۔"

"پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس بار وہ درندہ کھال میں نہیں تھا بلکہ صرف تھوڑے سے بال اپنے ہمراہ لایا تھا.... کیا سمجھے؟"

"غالباً آصف اور سنگھ کا انتظار ہے۔" حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

انسپکٹر آصف آگیا تھا.... وہ سیدھا لاش کی طرف گیا۔ دو ہی تین منٹ بعد اس کا رخ فریدی اور حمید کی طرف تھا۔

"تم یہاں کیسے۔" آصف نے پوچھا۔

"اوہ! تو اب کیا میری بھی نگرانی ہونے لگی ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" آصف گڑبڑا کر بولا۔ "کیا تم پہلے سے یہاں موجود تھے۔"

"ظاہر ہے۔ اگر موجود نہ ہوتا تو جگدیش کو فون کیسے کرتا اور تمہیں کیوں کر اطلاع ہوتی۔ لیکن خدارا... مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں یہاں کیوں آیا تھا۔"

"فرض کرو اگر میں پوچھوں تو۔"

"تب مجبوری ہے۔" فریدی اپنے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "مجھے صاف صاف بتانا پڑے گا کہ میں یہاں اپنے محکمے کے بعض آفیسروں کی عقلوں کے کفن کیلئے چندہ اکٹھا کرنے آیا تھا۔"

"تم آئی جی صاحب پر چوٹ کر رہے ہو۔"

"تمہارا ظرف نظر ہے.... جسے چاہو سمجھ لو۔"

آصف کچھ نہ بولا۔ وہ چند لمحے لاش کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس کا ہم رقص کون تھا؟"

"میں پھر تمہیں اپنا مشغلہ یاد دلاؤں گا۔" فریدی خفیف سا مسکرا دیا۔

"تم جانتے ہو کہ اس قسم کی معلومات چھپانا جرم ہے۔"

"اوہ.... ایسا ہے۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں ضرور قانون کا مطالعہ کروں گا۔"

"آؤ حمید چلیں.... ہمیں اسی وقت سے یہ نیک کام شروع کر دینا چاہئے۔"

"دروازے بند ہیں۔" آصف بھنا کر بولا۔ "اور میری اجازت کے بغیر نہیں کھل سکتے۔"

"میں دروازوں سے استدعا کروں گا کہ وہ تم سے اجازت طلب کریں۔"

"لونڈے ہو۔" آصف اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "خیر دیکھ لوں گا۔"

"مجھے تمہارے بڑھاپے پر رحم آتا ہے۔" فریدی کی ہنسی بڑی زہریلی تھی۔

آصف نہ جانے کیا کیا بکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پھر وہ دونوں اسے لاش پر جھکا ہوا دیکھ رہے تھے۔

"لوگ بُرے پھنسے۔ مجھے دروازے نہ بند کرانا چاہئے تھا۔" فریدی بولا۔ "اب پتہ نہیں کب تک یہ حضرت جھک مارتے رہیں۔"

دفعتاً آصف پھر تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔ اس بار وہ رشیدہ کو گھور رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے ہو۔" اُس نے سوال کیا۔

"شکریہ.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" رشیدہ نے سنجیدگی سے کہا اور حمید کو ہنسی آگئی۔

"یہ کیا بدتمیزی۔" آصف حمید کی طرف گھوم پڑا۔

"آصف صاحب! ذرا ہوش میں۔ میں مارتا پہلے ہوں۔ اس کے بعد چاہے زندگی بھر سہلاتا رہوں۔ آپ اپنی انسپکٹری کا رعب مجھ پر نہ جھاڑیئے گا۔ اگر ہم خود ہی اپنی ترقیوں کو نہ ٹھکراتے رہتے تو اس وقت تم مجھے سیلوٹ کرتے.... اب زبان سے کچھ نہ نکلے ورنہ خدا کی قسم یہیں پٹخ کر ماروں گا.... اور ملازمت پر تو اب ہم خود ہی لعنت بھیجنے والے ہیں۔"

"ارے.... ارے.... خاموش.... خاموش۔" فریدی اسے دوسری طرف گھسیٹ لے گیا۔

آصف اُن دونوں کو گھورتا رہا۔ پھر وہ جھینپ مٹانے کے لئے رشیدہ سے باتیں کرنے لگا۔

"میں ماروں گا۔" حمید مچل رہا تھا۔

"کیا گدھا پن ہے چین سے رہو۔ تمہیں اس کی توہین نہ کرنی چاہئے تھی۔ بوڑھا آدمی ہے۔"

"آپ ہمیشہ مجھے ہی دباتے رہتے ہیں کیا لغویت ہے کیا میں اس کے باپ کا نوکر ہوں۔"

"اوہ جانے دو بھئی.... کسی طرح دروازے کھلنے چاہئیں.... ورنہ یہ الو زندگی تلخ کر دے گا۔"

شائد آصف کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس نے پیملیا کے ہم رقص کے متعلق لوگوں سے پوچھ گچھ کی.... لیکن کسی نے کوئی تشفی بخش جواب نہ دیا۔ آخر تھک ہار کر اُسے دروازے کھلوانے ہی پڑے۔

دوسرے دن کے اخبار میں پھر سنسنی خیز سرخیاں نظر آئیں۔ پیملیا کی پُر اسرار موت پر کئی زاویوں سے روشنی ڈالی گئی تھی اُن پر اسرار بالوں کا تذکرہ بھی تھا جو اُس کے شوہر کی لاش کے قریب پائے گئے تھے یہ خیال تو سبھی نے ظاہر کیا تھا کہ اُس کی موت بھی حرکت قلب ہی کے بند ہوجانے پر واقع ہوئی تھی.... لیکن دوپہر کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے ایک دوسری ہی کہانی سنائی۔

اس کے مطابق پیملیا کسی خطرناک قسم کے زہر کا شکار ہوئی تھی۔ پوسٹ مارٹم کے دوران میں اس کی بائیں ران پر ایک ایسا نشان پایا گیا تھا جو کانٹا یا سوئی چبھنے کا نتیجہ ہو سکتا تھا۔ انجکشن کے خیال کی تردید کی تھی۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ وہ کانٹا یا سوئی بجائے خود زہریلی تھی.... معدے

میں زہر کے اثرات نہیں پائے گئے یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل تھی کہ زہر کسی خارجی طریقے اُس کے نظامِ عصبی پر اثرانداز ہوا۔

انسپکٹر آصف اور انسپکٹر سنگھ کو چکر آنے لگے تھے۔

اُسی شام کو محکمہ سراغ رسانی کے ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی اور حمید کو اپنی کوٹھی پر آنے کی دعوت دی پورے محکمہ میں یہی ایک آفیسر تھا جسے ان دونوں سے ضد نہیں تھی اور صرف یہی ایک ایسا آفیسر تھا جس کا فریدی صحیح معنوں میں احترام کرتا تھا۔

"آصف نے تم دونوں کی شکایت کی ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرا کر بولا۔

فریدی اس پر سارے واقعات دہراتا ہوا بولا۔ "اب آپ خود ہی سوچ سکتے ہیں کہ زیادتی کس کی ہے.... وہ حضرت خواہ مخواہ حمید کے منہ لگا کرتے ہیں۔ حمید میرا اسسٹنٹ ہے اس لئے کسی دوسرے کو اس سے سروکار نہ رکھنا چاہئے۔ میرا اس پر کیا برتاؤ ہے یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ میں اسے اپنے بھائی کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔"

"میرے خیال سے بات کچھ اور ہے آصف کا خیال ہے کہ تم ان وارداتوں کے متعلق کوئی خاص بات جانتے ہو جسے چھپا رہے ہو۔"

"اس کا خیال بالکل درست ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ایک نہیں درجنوں باتیں جانتا ہوں اور یہ بات صرف آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ میں نجی طور پر اس کیس سے دستبردار نہیں ہوا کیونکہ عرفانی سے میرے قریبی تعلقات تھے اور میں اس سازش کے سرغنہ کی کھوپڑی توڑے بغیر نہ رہوں گا۔"

"لیکن سنو....!" ڈی۔ آئی۔ جی مشفقانہ انداز میں بولا۔ "فی الحال نہ جانے کیوں آئی۔ جی۔ صاحب تم سے خوش نہیں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں انہیں انگریزوں سے عشق ہے۔" فریدی نے تنفر سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ کردیا گیا ہے.... یہ میری کھلی ہوئی توہین ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی مجھے مجبور نہ سمجھے۔ مجھے خدا کے بعد اپنے بازوؤں پر بھروسہ ہے۔"

"کیا تم.... اس عورت کے ہمرقص سے واقف ہو۔"

"جی ہاں.... لیکن وہ میرا آدمی تھا۔ میں شروع ہی سے یہ سمجھتا تھا کہ ہیملیا بہت کچھ جانتی ہے

لیکن اس کے ساتھیوں کو اس پر اعتماد تھا اسی لئے وہ اب تک بچی رہی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میں جال اس کے گرد مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں تو انہوں نے اُسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"ہمرقص کون تھا۔"

"کرائم رپورٹر انور۔"

"اوہ....!"

"لیکن یہ اطلاع صرف آپ کے لئے ہے۔ میں نے آپ سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی۔"

"تم مطمئن رہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی سگار کا ڈبہ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "لو پیو۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بے تحاشہ سگار پیتے ہو۔"

فریدی نے سگار لے لیا۔

"تم....!" ڈی۔ آئی۔ جی حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں نہیں پیتا۔" حمید نے شرما کر کہا۔

"میں نے سنا ہے تم بہت شیطان ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنسنے لگا.... اور حمید کسی کنواری لڑکی کی طرح سچ مچ اور زیادہ شرما گیا۔

"میں آپ سے کیا عرض کروں کہ یہ کتنا عظیم آدمی ہے۔" فریدی بولا۔

"میں جانتا ہوں.... لیکن تم دونوں کو نصیحت کروں گا کہ جو کام کرو احتیاط سے کرو۔ اس وقت حالات تمہارے ناموافق ہیں۔"

"ہم پورا پورا خیال رکھیں گے۔"

"اور حالات سے مجھے باخبر رکھنا۔"

"میں نے ہر موقع پر یہی کیا ہے۔"

"اور ہاں کسی دن.... بچے تمہارے عجائبات کا ذخیرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور.... بڑے شوق سے۔ جب دل چاہے۔ مجھے صرف ایک گھنٹہ قبل اطلاع کرا دیجئے گا۔"

"تم کہو گے آج میں نے فرمائشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ میرے بڑے لڑکے کو تو جانتے ہی ہو گے۔"

"جی ہاں.... وہ جو تارجام میں اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔"

"ہاں.... اُسے بلڈ ہاؤنڈ کا ایک جوڑا چاہئے۔ مجھ سے کہا تھا کہ تم سے سفارش کروں۔"

"اوہو.... اس میں سفارش کی کیا بات۔ میرے پاس اس وقت چار جوڑے ہیں۔ جو پسند ہو لے لیں۔"

"کل کتنے کتے ہیں تمہارے پاس۔"

"چھیالیس....!"

"اوہ.... اور سانپ.... آخر سانپوں سے تمہیں کیوں اتنی دلچسپی ہے۔"

"میں خود بھی نہیں جانتا۔ لیکن سانپ مجھے بہت پیارے لگتے ہیں۔"

"تمہارے شوق.... انتہائی عجیب و غریب ہیں۔ لیکن خطرناک بھی ہیں۔ تم شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"ابھی دل نہیں چاہتا۔" فریدی نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"کوئی ٹریجڈی....!" ڈی۔ آئی۔ جی مسکرایا۔

"نہیں صاحب! مجھے کبھی ادنیٰ قسم کا جانور بننے سے دلچسپی نہیں رہی۔ میں جنسیت کو ایک سیدھا سادا مسئلہ سمجھتا ہوں جسے آدمی جیسے سمجھدار جانور کے لئے اتنا پیچیدہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ شاعری کرنے لگے۔"

"بڑے خشک آدمی ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی ہنسنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔ "میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پمیلا کی موت کا ذمہ دار کون ہے۔ مگر میں ابھی اُس کے پیچھے لگنا نہیں چاہتا۔ ورنہ وہ اس کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔"

"کون ہے؟"

"برنارڈ.... یہاں کے مشہور لوگوں میں سے ہے۔ لیکن ہمارے پاس ابھی تک اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔"

رات تاریک اور خنک تھی۔ فریدی اور حمید دن بھر کی تھکن کے بعد آرام کرنے جا رہے تھے کہ انور آگیا۔ شاید وہ بھی دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کے چہرے پر کسلمندی کے آثار تھے۔

"آپ نے ٹھیک کہا تھا۔" وہ فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ "آصف سچ مچ میرے پیچھے لگ

گیا ہے۔"

"لیکن! یہ نہ سمجھو کہ اُسے تم پر شبہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اُس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں ہے کہ تم ہی پچھلی رات کو پمیلا کے ہمرقص تھے۔"

"پھر.... وہ کیوں آج سارا دن میرا تعاقب کرتا رہا۔"

"اوہ سیدھی سی بات ہے اُسے یقین ہے کہ میں اس کیس سے دستبردار نہیں ہوا۔ اور تم میرے لئے کام کر رہے ہو۔ لہٰذا وہ تمہاری نگرانی کر کے جرم کے متعلق میرے نقطہ نظر کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

انور ہنس کر بولا۔ "لیکن وہ بھی کیا یاد کرے گا۔ آج میں نے اُسے اتنا دوڑایا ہے کہ کل شاید میری طرف رخ کرنے کی بھی ہمت نہ کر سکے۔"

"خیر اُس کام کا کیا رہا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"برنارڈ کے چھ ملاقاتیوں کے نام اور پتے میں نے نوٹ کئے ہیں۔" انور نے جیب سے ڈائری نکالتے ہوئے کہا.... پھر حمید سے بولا۔ "لکھ لو۔"

حمید نے جیب سے اپنی ڈائری نکال کر پتے نوٹ کئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔

"اس میں ایک نام قابل غور ہے۔ لیمبرٹ آرتھر.... اسے تم نے کہاں دیکھا تھا۔"

"برنارڈ کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ اپنی بغل میں ایک بڑا سا پیکٹ دبائے ہوئے تھا۔"

"ہوں! اور آصف تم سے کتنے فاصلے پر تھا۔"

"آصف اُس وقت مجھے کھو چکا تھا۔" انور ہنس کر بولا۔ "میں اُسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔"

پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی ہو گئی۔

"لیکن...." انور سگریٹ سلگا کر بولا۔ "آصف اُس وقت موجود تھا جب میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا تھا کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے جوزف پیٹر اور پمیلا کو زندہ دیکھا ہو گا۔"

"ہاں ہاں یار....!" حمید جماہی لے کر بولا۔ "نیند آ رہی ہے اس لئے یقین کر لیں گے۔"

"زندہ دیکھا....؟" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نے ان دونوں کو ایک کار میں سوار ہوتے دیکھا تھا.... اور کار کی روانگی کے بعد میں

نے آصف کی بدحواسی بھی دیکھی تھی۔ وہ کافی دور تک اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا تھا۔ میں بھی پیدل ہی تھا اور وہ جگہ ایسی تھی کہ دور دور تک ٹریفک کا پتہ نہیں تھا۔"

"کہاں دیکھا تھا۔"

"پولو گراؤنڈ کے قریب۔"

"اوہ....!" فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں اور پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"قاسم نے بھی عرفانی کا بھوت دیکھا تھا۔"

"انور.... یہ غپ تو نہیں ہے۔" حمید نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"آصف سے تصدیق ہو جائے گی۔" انور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مجرم جاگ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کم از کم وہ میری اور میرے ساتھیوں کی نقل و حرکت سے تو ہر وقت باخبر رہتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"قاسم حمید کا دوست ہے اس لئے اس نے عرفانی کا بھوت دیکھا۔ تم میرے لئے کام کر رہے ہو اس لئے تمہیں بھی دو مردے نظر آئے... وہی کھیل جو پرانا بھی ہے اور گندہ بھی پمیلا کی لاش کے قریب ویسے ہی بال پائے گئے تھے جیسے اُس کے شوہر کی لاش کے قریب ملے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ درندہ رنگ ہاؤز کے کثیر مجمع میں داخل ہوا ہوتا تو سینکڑوں کی نظریں اُس پر پڑتیں۔ لیکن بالوں کی موجودگی اُسی درندے کی کہانی سناتی ہے۔ وہی پرانا اور گندہ کھیل..... بھوت پریت۔ مجرم چالیں ضرور چل رہے ہیں مگر ان چالوں میں کچا پن ہے۔ ان باتوں کی اہمیت اُسی وقت ختم ہو جاتی ہے جب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ زہر کا افسانہ سناتی ہے۔"

"لیکن یہ تو دیکھئے کہ قاسم نے عرفانی کا بھوت جیر اللہ کے یہاں دیکھا تھا۔" حمید نے کہا۔ "اگر آپ کی بات مان بھی لی جائے تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کیا جیر اللہ احمق ہے۔ اگر اس نے دیدہ دانستہ اپنے یہاں قاسم کو عرفانی کا بھوت دکھایا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خود ہی پولیس کو اپنے پیچھے لگانا چاہتا ہے۔"

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی جا رہا تھا کہ دفعتاً کمپاؤنڈ میں کتے بھونکنے لگے۔ بیک وقت چھیالیس کتوں کا شور تھا۔

"کیا ان کم بختوں کو فرنجک ہو گئی ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔

پھر انہوں نے نوکروں کی بھی چیخیں سنیں۔ وہ جھپٹ کر برآمدے میں آئے۔ ایک نوکر کرسی میں اٹک کر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا اور بقیہ اندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ابھی باہر کی روشنی گل نہیں کی گئی تھی۔ اس لئے کمپاؤنڈ میں اندھیرا نہیں تھا۔ انہوں نے پھاٹک کے قریب ایک طویل القامت اور خوفناک بن مانس دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک بڑی سی لکڑی تھی.... اور وہ اُسی لکڑی سے رکھوالی کرنے والے السیشین کتوں پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔

"حمید.... رائفل۔" فریدی چیخا۔ حمید بھاگتا ہوا اندر چلا گیا.... چاروں السیشین بن مانس پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ اتنے میں رائفل آگئی۔ حمید ٹارچ بھی لیتا آیا تھا.... فریدی نے دو فائر کئے۔ پہلے فائر پر بن مانس نے قلابازی کھائی۔ پھر اٹھا لیکن دوسرے فائر نے اُسے ٹھنڈا کر دیا۔

وہ تینوں گم سم برآمدے میں کھڑے رہے پھر آگے بڑھے۔ السیشین بڑے جوش و خروش کے ساتھ مردہ بن مانس کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ فریدی نے انہیں الگ کیا۔

بن مانس کا قد کسی انتہائی لمبے آدمی کے قد سے کم نہیں تھا۔ اس لئے حمید کو توقع تھی کہ بھورے رنگ کے بالوں والی کھال کے نیچے کوئی آدمی ہی برآمد ہو گا۔

لیکن اُسے نہ صرف مایوسی ہوئی بلکہ حیرت بھی ہوئی جب کہ وہ سو فیصدی بن مانس ہی ثابت ہوا۔ لیکن ایک عجیب و غریب بن مانس جس کے بال بھورے تھے اور قد ایسا کہ شائد اس سے قبل اتنا طویل القامت بن مانس دنیا کے کسی حصے میں نہ دیکھا گیا ہو۔

"درندہ....!" فریدی بڑبڑایا۔ "اس کے بال ویسے ہی ہیں جیسے ان دونوں لاشوں کے قریب ملے تھے۔ حمید سارے کتے کمپاؤنڈ میں آزاد چھوڑ دو اور انور اب تم اس وقت واپس نہیں جاؤ گے۔"

حمید اور وہ لڑکی

پچھلی رات کے واقعے پر پھر فریدی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ لیکن سرجنٹ حمید کے ذہن میں کئی گتھیاں تھیں۔ اس درندے کو دیکھنے سے قبل اس کا خیال تھا کہ مجرم معاملات کو پُراسرار بنانے کے لئے اپنے شکاروں کے بھوتوں کی نمائش کر رہے ہیں اور اس کا سلسلہ انہوں نے جوزف

کی موت کے بعد ہی سے شروع کر دیا تھا اس کی لاش کے قریب بالوں کی موجودگی کسی درندے ہی کی طرف اشارہ کرتی تھی لیکن اُس درندے کو کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ اس پر فریدی نے خیال ظاہر کیا تھا کہ شاید اس کا قاتل کسی درندے کی کھال میں آیا ہو۔ بات قابل قبول تھی.... پھر پیملیا بھرے مجمعے میں ختم ہو گئی۔ اس کی لاش کے قریب بھی ویسے ہی بال پائے گئے لیکن درندہ دکھائی نہ دیا۔ اس سے فریدی کے قائم کردہ نظریئے کو تقویت پہنچتی تھی۔ یعنی اس درندے کی آڑ میں کوئی آدمی ہی کام کر رہا تھا.... مگر پچھلی رات.... جب انہوں نے اُس درندے کو دیکھا تو اس نظریئے کا قریب قریب خاتمہ ہی ہو گیا اور اس بات میں بھی کوئی وزن نہ رہ گیا کہ وہ درندہ کوئی مافوق الفطرت ہستی تھا اگر یہ بات ہوتی تو وہ معمولی جانداروں کی طرح رائفل کی گولی سے ختم نہ ہو جاتا۔ اب تو یہ بھی سوچنا پڑ رہا تھا کہ اس معاملے میں کسی آدمی کا ہاتھ ہے بھی یا نہیں....

اول تو اس سائز کا بن مانس ہی آج تک دریافت نہیں ہوا تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ اس بھرے پُرے شہر میں آیا کہاں سے۔ اگر وہ کسی کا پالتو تھا تب بھی اس کی شہرت کم از کم ان کے کانوں تک ضرور پہنچتی کیونکہ یہ بن مانس ایک عجوبہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پالنے والے نے اسے صندوق میں بند کر کے تو رکھا نہ ہو گا....

ناشتے کی میز پر مکمل خاموشی تھی۔ فریدی، حمید اور انور اپنے اپنے خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ دفعتاً انور بولا۔ "آپ اس کی لاش کو کیا کریں گے۔"

"مشتہر کروں گا۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "کیا تم چار گھنٹوں کے اندر اندر اپنے اخبار کا دو ورق والا مخصوص ضمیمہ چھاپنے کا انتظام کر سکو گے۔"

"ضرور.... یہ تو بڑا اچھا خیال ہے۔ خصوصاً میں اپنی رپورٹ سے بڑے اچھے پیسے بنا سکوں گا لیکن کیا آپ یہ ظاہر کریں گے کہ آپ نے اس کا شکار اپنے گھر پر کیا ہے۔"

"نہیں.... لڑکال جنگل میں۔" فریدی بولا۔

دفعتاً حمید چونک کر فریدی کو گھورنے لگا اُس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"کیا کہا آپ نے۔" حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"صبر.... فرزند.... صبر....!" فریدی مسکرا کر ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔

حمید بیٹھ گیا۔ لیکن وہ شدت جذبات سے پھٹا پڑ رہا تھا۔ انور نے حیرت سے اس کی طرف

دیکھا لیکن فریدی نے اسے باتوں میں الجھا دیا۔ "ہاں دیکھو.... رپورٹ میں اس درندے کے بالوں کا تذکرہ ضرور آئے اور ان بالوں سے متعلق بھی کوئی کانٹے کی بات ہو جو ان دونوں لاشوں کے قریب پائے گئے تھے۔"

انور ناشتہ چھوڑ کر لکھنے کی میز پر جا بیٹھا.... فریدی نے حمید سے کہا۔

"حمید تم ذرا کیمرہ وغیرہ ٹھیک کرو۔ اخبار میں تصویریں بھی ہوں گی مختلف زاویوں سے۔"

سارے مراحل طے ہو جانے کے بعد انور چلا گیا۔

"اب بتایئے۔" حمید فریدی کو جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ "آپ نے مجھے اتنے دنوں تک تاریکی میں کیوں رکھا۔"

"تو تم سمجھ گئے۔"

"اب اتنا گاؤدی بھی نہیں ہوں لیکن یہ بتایئے! لڑکال جنگل کا نام اچانک آپ کے منہ سے نکلا تھا یا آپ پہلے سے سوچ چکے تھے۔"

"نام تو اچانک ہی نکلا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جنگل کا نام لوں۔ اچانک یہ نام ذہن میں گونجا اور ساتھ ہی تعلیمی تاش کے وہ پتے بھی یاد آ گئے لڑکے کی تصویر اور لڑائی کا نقشہ.... لڑائی کو جنگ کر دو۔ لڑکا کے ساتھ وہ لام ملا لو کارڈ کا حروف ہے۔ اس طرح لڑکال بنتا ہے اور جنگ کے ساتھ لام ملانے سے جنگل۔ عرفانی کے ساتھ اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو وہ بھی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ ظاہر ہے کہ بن مانس جنگلوں ہی میں رہتے ہیں۔ گھنے جنگلوں میں.... استوائی خطوں کے جنگل کہہ لو لیکن ہم خط استوا پر نہیں رہتے۔ لہٰذا قدرتی بات ہے کہ ہمارا ذہن گھنا جنگل ضرور ڈھونڈے گا اور اس علاقے میں صرف ایک ہی گھنا جنگل ہے جو دس میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے اور یہ ہے لڑکال جنگل.... لیکن.... اس بیچارے جنگل میں معمولی بندر بھی شاید ہی ہوں۔"

"تو پھر اگر اس گروہ کا تعلق لڑکال جنگل سے ہے تو اس خبر پر اس کے افراد بُری طرح چونکیں گے۔"

"یقیناً....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن اب ہمیں ہر وقت ہوشیار رہنا پڑے گا۔ اوہ آج ابھی تک اخبار بھی نہیں دیکھا.... ذرا سرخیاں پڑھ جاؤ۔"

حمید نے میز پر سے اخبار اٹھایا اور بلند آواز سے سرخیاں پڑھنے لگا۔ ایک جگہ وہ رکا اور اس کی

نظریں تیزی سے پوری خبر پر دوڑتی چلی گئیں۔

"کیا بات ہے.... رک کیوں گئے۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر نیم دراز تھا۔

"سنئے....!" حمید جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ "مسٹر اور مسز جوزف پیٹر کے بھوت انگلش سفارتخانے میں.... ۱۴ ستمبر گیارہ بجے شب کو انگلش سفارتخانے میں بھگدڑ مچ گئی۔ انگلستان کے سفیر کل گیارہ بجے شب کو ایک اہم دستاویز ترتیب دے رہے تھے کہ اچانک ان کے کمرے میں ان کے دو بیسے شناسا داخل ہوئے جن کی موت حال ہی میں واقع ہوئی تھی یہ پُر اسرار طریقے پر مرنے والے مسٹر اور مسز جوزف پیٹر تھے وہ دونوں حسب دستور اپنے قدیم مخصوص بے تکلفانہ انداز میں ہز ایکسیلنسی کی طرف بڑھے.... اور ہز ایکسیلنسی اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ رکھ سکے۔ جب انہیں ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ وہ دستاویز اور کئی دوسرے اہم کاغذات جو حکومت برطانیہ کے بعض اہم رازوں سے تعلق رکھتے تھے غائب ہو گئے۔ اس حیرت انگیز واقعے کی بناء پر سفارتخانے میں سنسنی پھیل گئی ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دی گئی ہے لیکن سفارتخانہ نجی طور پر بھی کچھ کر رہا ہے۔"

حمید خبر پڑھ چکا تھا.... اور کمرے میں قبرستان کی سی خاموشی تھی۔

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ.... وہ بھوت خاص طور پر ہمیں دکھانے کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

فریدی خاموشی سے چھت کی طرف دیکھتا رہا۔

❁

شام ہوتے ہوتے فریدی کی کمپاؤنڈ میں خاصی بھیڑ ہو گئی۔ اسٹار کا ضمیمہ شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔

محکمہ پولیس اور سراغ رسانی کے قریب قریب سارے ہی حکام وہاں جمع تھے۔ فریدی انہیں ایک دلچسپ فرضی داستان سنا رہا تھا کہ کس طرح اس نے پچھلی شام کو لڑکال جنگل میں وہ عجیب غریب درندہ شکار کیا تھا.... سرجنٹ حمید اپنے آفس کی ٹائپسٹ لڑکیوں میں گھر کر رہ گیا تھا۔ وہ ان کے نرغے سے کبھی کا نکل گیا ہوتا۔ مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ خود ہی ان میں گھرا رہنا چاہتا

تھا۔ آفس کی لڑکیوں میں اس کے لئے کوئی خاص دلکشی نہ تھی مگر وہ نئی لڑکی! شاید وہ ان میں سے کسی کی دوست تھی۔ وہ نسلاً اینگلو انڈین لیکن اس کے انداز خالص مشرقی تھے۔ کئی بار وہ سرجنٹ حمید کی گھورتی ہوئی نگاہوں کے مقابلے میں لجائی بھی تھی۔

آخر ایک لڑکی نے دونوں کا تعارف کرا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حمید وقت کی نزاکت کا لحاظ کئے بغیر انہیں آرلکچو میں چائے پلانے پر راضی ہو گیا۔ فریدی کی نظروں سے بچ کر نکل جانا اس وقت ناممکن نہیں تھا۔ آرلکچو میں وہ کافی دیر تک بیٹھے۔ نئی لڑکی روزا حمید کو بڑی شاندار نظر آئی۔ وہ بیوقوف ہونے کی حد تک سنجیدہ بھی تھی۔ دوسری لڑکیاں بور ہو رہی تھیں۔ کیونکہ سرجنٹ حمید کی شخصیت ان کے لئے نئی نہ تھی وہ اسے اچھی طرح جانتی تھیں یا دوسرے الفاظ میں اس کی رگ رگ سے واقف تھیں۔ حمید کی نہ ختم ہونے والی دلچسپ باتوں نے روزا کو الجھا لیا تھا۔ دوسری لڑکیاں اب اٹھنا چاہتی تھیں۔ ہوا یہ کہ تھوڑی دیر بعد روزا تنہا رہ گئی....

"مجھے اینگلو انڈین بڑے اچھے لگتے ہیں۔" حمید بولا۔

"کاش میں صرف انڈین ہوتی۔ مجھے دوغلا پن اچھا نہیں لگتا۔ نہ ہمیں انگریز پسند کرتے ہیں اور نہ دیسی۔"

"نہیں پسند کرتے تو جہنم میں جائیں۔ میں تو اپنی بات کر رہا تھا۔"

"آپ بھی دل سے نہیں پسند کرتے۔" روزا اٹھلائی اور حمید کو اپنا خیال بدل دینا پڑا۔ کیونکہ وہ ان لڑکیوں کی موجودگی میں جتنی بیوقوف نظر آئی تھی اب اس کے برعکس ہوتی جا رہی تھی۔

"صرف دل ہی نہیں بلکہ جگر، گردے اور پھیپھڑے بھی پسند کرتا ہوں۔" حمید بولا.... وہ ہنسنے لگی۔

"آپ بڑے اچھے دوست ثابت ہو سکتے ہیں۔" وہ بڑے پیار سے بولی۔

"اوہ! آپ کا لہجہ۔" حمید خوابناک آواز میں بولا۔ "آپ کا لہجہ میری روح کو ان ٹھنڈی چھاؤں میں گھسیٹ لے جاتا ہے جہاں پُر اسرار رنگوں کے لہرئیے تلملایا کرتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"آہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ خدا کرے آپ آنکھوں کی زبان سمجھنے لگیں۔"

"آپ اظہار محبت تو نہ کریں گے۔" روزا اکھڑ گئی۔

"نہیں....!" حمید سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ "میں اپنے باپ سے پوچھے بغیر اظہار محبت نہ کروں گا۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔"

روزا پھر ہنس دی۔ وہ یونہی بار بار اپنے خوبصورت دانتوں کی نمائش کر رہی تھی۔ "میرا دل چاہتا ہے۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کہ میں اس رات کا کچھ حصہ کسی ویرانے میں بسر کروں۔"

"اوہو.... تو آؤ چلیں.... اُس وقت منٹو پارک بالکل ویران ہوگا۔" روزا نے ہنس کر کہا اور حمید کے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

دونوں اٹھ گئے۔ کلوک روم میں پہنچ کر روزا نے حمید سے کہا۔ "ذرا ٹھہریئے میں گھر پر فون کرنا تو بھول ہی گئی۔ وہ پھر واپس چلی گئی۔ حمید کلوک روم میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ وہ خود کو دنیا کا بہت بڑا آدمی تصور کرنے لگا۔ اتنی جلدی لڑکیاں اس پر اعتماد کر لیتی ہیں۔ اُس کے علاوہ اور شاید ہی کوئی ایسا ہو.... روزا واپس آگئی۔ باہر نکل کر انہوں نے ایک ٹیکسی لی اور منٹو پارک کی طرف روانہ ہوگئے۔

"بات یہ ہے۔" روزا بولی۔ "میں زیادہ رات گئے تک بغیر اطلاع گھر سے باہر نہیں رہ سکتی۔"

"یہی شریفوں کی پہچان ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرے ڈیڈی بہت سخت آدمی ہیں۔ ان کی تاکید ہے کہ میں کسی انگریز سے دوستی نہ کروں۔ دیسیوں کے ساتھ مجھے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔"

"تمہارے ڈیڈی کیا کرتے ہیں۔"

"جیمز اینڈ مورگن کے منیجر ہیں۔"

"نام کیا ہے؟"

"مکلارنس برنارڈ.... عموماً لوگ انہیں کلی برنارڈ کہتے ہیں۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ لیکن اب ہو ہی کیا سکتا تھا۔ ٹیکسی منٹو پارک کی طرف چل پڑی تھی اور نئے نئے شبہات اس کے ذہن میں سر ابھارنے لگے تھے۔ روزا نے اسی برنارڈ کا حوالہ دیا تھا جو پولیس کی نظروں میں عرصہ سے کھٹک رہا تھا۔ حمید سوچنے لگا کہ کیا وہ خطرے میں ہے کیا روزا نے منٹو پارک کی تجویز کسی خاص مقصد کے تحت پیش کی تھی.... اور پھر وہ اُسے کلوک روم میں چھوڑ کر فون بھی کرنے گئی تھی۔ لیکن حمید کے ذہن نے پھر سنبھالا لیا۔ اگر وہ کسی قسم کی

سازش کر رہی تھی تو اُس نے اپنے باپ کا نام کیوں بتادیا۔ ظاہر ہے کہ برنارڈ بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ پولیس اُس کی طرف سے اچھے خیالات نہیں رکھتی۔ نہیں فی الحال کسی سازش کا امکان نہیں.... دفعتاً پھر ایک دوسرا سوال اُس کے ذہن میں اُبھرا.... وہ تنہا ہے۔ اگر چند نامعلوم آدمیوں نے اُسے ٹھکانے لگادیا تو پولیس کو کیا پتہ چل سکے گا۔ مجرموں کے نام پردہ راز ہی میں رہیں گے۔

"کیا سوچنے لگے۔" روزا نے اُسے ٹھوکا دیا۔

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم نے اپنے ڈیڈی سے کیا بہانہ کیا ہوگا۔"

"کچھ بھی نہیں.... میں نے صاف صاف بتادیا کہ میں اس وقت ایک آفیسر سارجنٹ حمید کے ساتھ ہوں اور کچھ دیر بعد واپس آؤں گی۔"

"انہوں نے کچھ کہا نہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"اگر ہم منٹو پارک کے بجائے کہیں اور چلیں تو۔" حمید نے پوچھا۔

"شہر کے اندر ہی مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تمہیں ویرانہ چاہیئے نا۔ وہ تو تمہیں میرے مکان پر بھی مل جائے گا.... آؤ میرے گھر چلو.... ڈرائیور.... گاڑی موڑلو۔"

اس نئی تجویز پر حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر سازش نہیں ہے تب بھی اس کا برنارڈ کے گھر پر جانا ٹھیک نہیں کیونکہ فریدی اُسے جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔

"کتنی عجیب و غریب باتیں ہونے لگی ہیں۔" روزا ٹیکسی موڑتے ہی بڑبڑانے لگی۔ "سفارت خانے کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے لیکن میں تمہارے گھر بھی نہیں جانا چاہتا۔"

"کیوں....؟ آخر کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ تمہارے ڈیڈی کے تعلقات پولیس سے اچھے نہیں ہیں۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کی ٹوہ میں آیا ہوں۔"

"لیکن میں تو سمجھتی ہوں.... میں خود آپ کو لے جا رہی ہوں۔ ڈیڈی کی بعض باتیں مجھے بھی پسند نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ انہیں ترک کر دیں۔"

"کون سی باتیں [illegible]"

"وہ بلیک مارکیٹنگ کرتے ہیں [illegible]"

"یہ تو بُری بات ہے... شاید اسی بناء پر پولیس اُن سے برگشتہ ہو، مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ آج کل بدھ ازم سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔" [illegible]

"پتہ نہیں.... تمہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"ایک دن گفتگو ہوئی تھی۔"

"کیا وہ تمہیں جانتے ہیں [illegible]"

"اچھی طرح [illegible]"

ٹیکسی برنارڈ کے بنگلے کے سامنے رک گئی۔ حمید باتوں میں الجھا رہا تھا اس لئے اُسے کوئی دوسری تجویز پیش کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

"اوہو! تم چلو تو....!" وہ حمید کو پھاٹک میں دھکیلتی ہوئی بولی۔ "میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ سارجنٹ یہاں آتے ہوئے کیوں ہچکچا رہے تھے [illegible]"

[illegible] طوعاً و کرہاً حمید آگے بڑھا لیکن کم از کم اسے اتنی تقویت تو ضرور تھی کہ آج صبح ہی سے اُس کے جیب میں ریوالور پڑا ہوا تھا۔ [illegible] باغ میں اندھیرا تھا [illegible]

"اوہ کم بختوں نے برآمدے کی لائٹ بھی نہیں جلائی۔" روزا بڑبڑائی [illegible]

وہ حمید کا ہاتھ پکڑے اُسے عمارت کی طرف لے جا رہی تھی [illegible]

"کیا معاملہ ہے۔" حمید نے رکتے ہوئے کہا۔ "مجھے کہیں بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی۔"

"مجھے خود حیرت ہے۔" ...پتہ نہیں کیا بات ہے... آؤ... بیرونی روشنی کا سوئچ برآمدے ہی میں ہے۔"

"میں دیا سلائی جلاؤں" حمید نے کہا [illegible]

"اونہہ اس کی ضرورت نہیں.... راستہ صاف ہے۔" وہ اُسے گھسیٹتی ہوئی بولی۔

[illegible] بار اُن کی رفتار تیز تھی۔ پورٹیکو میں پہنچ کر یکایک حمید کی چھٹی حس جاگ پڑی۔ اُسے بڑی شدت سے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب کو ٹٹول ہی رہا تھا کہ سر کے پچھلے

حصے پر کوئی ٹھوس چیز کافی قوت سے پڑی اور وہ ایک بے جان شہتیر کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ [illegible]

دو حملے

[illegible] انور نے گھڑی دیکھی۔ پندرہ منٹ گذر چکے تھے لیکن نہ تو برنارڈ کے بنگلے میں کہیں روشنی دکھائی دی اور نہ حمید ہی واپس آیا۔

وہ حمید اور روزا کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ انہیں آرلکچو سے نکل کر ٹیکسی پر بیٹھتے دیکھ کر اس کی موٹر سائیکل ان کے پیچھے لگ گئی تھی۔ وہ کافی فاصلے سے ان کا تعاقب کرتا رہا تھا۔ اس تعاقب کی وجہ یہ تھی کہ انور برنارڈ کی لڑکی کو بخوبی پہچانتا تھا۔ اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ فریدی دیدہ و دانستہ برنارڈ کو نظر انداز کر رہا ہے تو اُسے حمید کی اس حرکت پر حیرت نہ ہوتی۔ ایسی حالت میں اُسے یہی سوچنا پڑا کہ شاید حمید اُس لڑکی سے واقف نہیں ہے۔ [illegible]

بہر حال اُس نے موٹر سائیکل اُن کے پیچھے لگا دی تھی۔ جس ٹیکسی پر وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے اُس کا انجن بہت خراب تھا اس لئے حمید اُس کے شور کی بناء پر موٹر سائیکل کی آواز نہ سن سکا ورنہ اس کا یہ شبہ یقین کی حد تک پہنچ جاتا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہونے والا ہے۔

تھوڑی دور جا کر ٹیکسی جب پھر پیچھے کی طرف واپس لوٹنے لگی تھی تو انور کا شبہ اور زیادہ پختہ ہو گیا تھا اور اسی لئے تعاقب جاری رکھا تھا۔ [illegible]

پانچ منٹ اور گذر گئے لیکن عمارت بدستور تاریک رہی۔ انور کو یقین ہو گیا کہ حمید ضرور کسی مصیبت میں یا تو پھنس گیا ہے یا پھنسنے والا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عورت حمید کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ وہ مکار ترین لوگوں سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن ایک احمق ترین عورت بھی اُسے اچھی طرح اُلو بنا سکتی ہے۔

اُس نے موٹر سائیکل وہیں اندھیرے میں سڑک کے کنارے چھوڑ دی اور تقریباً دوڑتا ہوا دوسری سڑک پر نکل آیا۔ یہاں پاس ہی ایک دوا فروش کی دوکان تھی۔ انور نے وہاں پہنچ کر فریدی کو فون کیا۔ خوش قسمتی سے فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔ انور نے مختصراً پوری روداد دہرا دی [illegible]

فون کر کے وہ پھر برنارڈ کے بنگلے کے سامنے آگیا۔ اب بھی عمارت تاریک پڑی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل خالی ہو۔ پائیں باغ میں بھی کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

پندرہ منٹ بعد فریدی بھی پہنچ گیا شاید وہ اپنی کار بڑی تیز رفتاری سے لایا تھا۔

"حالات بدستور ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جتنی دیر میں فون کرتا رہا.... اس دوران میں اگر کوئی تبدیلی ہوئی ہو تو اس سے واقف نہیں۔"

"ریوالور ہے تمہارے پاس۔"

"میرے پاس کہاں سے آیا ریوالور۔"

"یہ لو....!" فریدی نے جیب سے ایک ریوالور نکال کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "آؤ....!"

اس نے آگے بڑھ کر پھاٹک کھولا چند لمحے کھڑا ہو کر آہٹ لیتا رہا۔ پھر آگے بڑھا.... پورٹیکو میں آئے لیکن یہاں بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

فریدی نے دروازے کو دھکا دیا۔ وہ اندر سے بند تھا۔ اُس نے یکے بعد دیگرے تینوں دروازے آزمائے لیکن ان میں سے کسی نے بھی جنبش بھی نہ کی۔

آخر اس نے جیب سے ٹارچ نکال کر گھنٹی تلاش کی اور اس کے بٹن پر انگوٹھا رکھ دیا۔

اندر کسی دور افتادہ مقام پر گھنٹی بجنے لگی۔

کچھ دیر بعد اندر قدموں کی چاپ سنائی دی اور کسی نے کمرے میں روشنی کر دی۔ دروازہ کھلا۔ ایک آدمی ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جو ظاہری حالت سے نوکر نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے ان دونوں کو گھور کر پوچھا۔

"برنارڈ سے ملنا ہے۔" فریدی بولا۔

"برنارڈ.... کون برنارڈ.... یہاں کوئی برنارڈ نہیں رہتا۔ کیا آپ نے پھاٹک پر نیم پلیٹ نہیں دیکھی۔"

"نہیں! لیکن جانتا ہوں کہ کلی برنارڈ یہیں رہتا ہے۔"

"رہتا ہوگا.... اب نہیں ہے۔" یہ کہہ کر جیسے ہی اُس نے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کرنا چاہا۔ فریدی نے اس کی گردن پکڑ لی اور انور نے منہ دبا دیا۔

دوسرے لمحے میں وہ بے حس و حرکت اُس کے قدموں میں ڈھیر تھا۔ وہ آگے بڑھے انور

نے پلٹ کر شکار کی طرف دیکھا۔

"فکر نہ کرو.... آدھ گھنٹے سے پیشتر ہوش میں نہیں آئے گا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کمرے کی روشنی گل کر دی۔ پھر وہ ایک تاریک راہداری سے گذر رہے تھے۔

آگے چل کر داہنی طرف کے ایک کمرے میں انہیں روشنی دکھائی دی۔ کھڑکی کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ شیشوں کے ذریعے وہ اندر دیکھ سکتے تھے۔

سرجنٹ حمید ایک آرام کرسی پر پڑا اپنے سامنے کھڑے ہوئے چار آدمیوں کو گھور رہا تھا۔ اس کے قریب ہی برنارڈ کی لڑکی روزا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان چاروں آدمیوں میں برنارڈ بھی تھا۔

"تم نہیں بتاؤ گے۔" برنارڈ حمید سے کہہ رہا تھا۔

"اپنی لڑکی سے میری شادی کر دینے کا وعدہ کرو تو بتا دوں۔" حمید نہایت سنجیدگی سے بولا۔

"بکواس بند کرو۔" برنارڈ گرجا۔ پھر اپنی لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "روزا جاؤ تم آرام کرو۔"

قبل اس کے کہ وہ کرسی سے اٹھتی۔ فریدی اور انور دروازے میں تھے۔ دونوں نے ریوالور نکال لئے تھے۔

"مجھ سے پوچھو! پیارے برنارڈ....!" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔ "شاید تم لڑکال جنگل والا لطیفہ سننا چاہتے ہو۔"

چاروں بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں گھور رہے تھے۔

"لیکن اس سے پہلے میں اس بن مانس کی کہانی سننا پسند کروں گا۔" فریدی نے پھر کہا۔

"اوہو! کیا آپ واقعی بن مانس کو نہیں جانتے۔" حمید ہنس کر بولا۔ "وہ کلی برنارڈ کا داماد ہے۔ اور یونیورسٹی میں اقتصادیات کا درس دیتا ہے۔"

"آپ تو بولئے ہی مت۔" فریدی چڑھ کر بولا۔ "آپ کی عشق بازی کسی دن آپ کو جہنم میں پہنچا دے گی۔"

"فریدی بکواس بند کرو۔" برنارڈ بگڑ گیا۔ "تمہارے اسسٹنٹ نے زبردستی میرے مکان میں گھس کر میری لڑکی پر حملہ کیا تھا۔"

"ضرور کیا ہوگا.... لیکن تم اس سے پوچھنا کیا چاہتے ہو۔"

"چٹ.....!" ایک ہلکی سی آواز کمرے میں گونجی اور اندھیرا ہو گیا فریدی اور انور نے روزا کو دیوار کی طرف کھسکتے نہیں دیکھا تھا۔

دفعتاً ان کے ہاتھوں سے ریوالور نکل گئے۔ شاید وہ چاروں بیک وقت اُن پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دونوں ان پر مکوں کی بارش کر رہے تھے... اور انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ چاروں مدافعتی جدوجہد کر رہے ہوں۔ شاید اس طرح وہ نکل جانے کی کوشش میں تھے۔

❁

پرنسٹن کے چوراہے پر کھڑے ہوئے ٹریفک کانسٹیبل کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور اس کے دونوں اٹھے ہوئے ہاتھ نیچے کی طرف جھول کر رہ گئے اور وہ تیز رفتار ٹرک چوراہے سے گذر گیا جسے دیکھ کر اُس کی یہ حالت ہوئی تھی۔

آگے چل کر ایک راہ گیر بھی اپنی بے ساختہ چیخ نہ روک سکا ٹرک کی رفتار بہت تیز تھی اور وہ زیادہ تر ایسی ہی سڑکوں پر مڑ رہا تھا جن پر زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں رہتی تھی۔

نیوروولین میں ایک پھل فروش کی نظر ڈرائیور کی سیٹ پر پڑی اور وہ چیخ کر اپنے ٹھیلے پر آ رہا۔ ٹھیلا الٹ گیا۔ وہ خود اسی ٹرک کی زد میں آ گیا ہوتا۔ لیکن ٹرک بڑی صفائی سے کترا کر آگے نکل گیا۔

چیتھم روڈ پر ایک آدمی ٹیلی فون کے تار کے کھمبے پر چڑھا لائن کی خرابی دور کر رہا تھا جیسے ہی ٹرک اس کے قریب سے گذرا.... اور وہ اوندھے منہ نیچے چلا آیا۔

آدھ گھنٹے کے اندر ہی اندر سارے شہر میں اُس ٹرک کے متعلق سنسنی پھیل گئی اور پولیس کی کئی کاریں اس کی تلاش میں مختلف سڑکوں پر چکر لگانے لگیں۔

اور وہ ٹرک پولو گراؤنڈ والی سنسان سڑک پر ہو لیا تھا اور اب وہ ایک ایسے کچے راستے پر مڑ رہا تھا جو ہوائی اڈے کی طرف جاتا تھا۔ کچے راستے کے اختتام پر پھر ایک پختہ سڑک ملی جو ہوائی اڈے کے پھاٹک پر ختم ہو گئی تھی۔ دفعتاً ٹرک ٹھیک اُسی جگہ پر رک گیا جہاں وہ کچا راستہ سڑک سے آملا تھا۔

ٹرک اس طرح رکا تھا کہ پختہ سڑک بالکل بند ہو گئی تھی ٹرک کا انجن نہیں بند کیا گیا تھا۔

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ گردوپیش کے مناظر تاریکی میں ڈوبتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہوائی اڈے کی مخالف سمت میں کسی کار کی ہیڈ لائیٹس نظر آئیں۔ ان کی روشنی پھسلتی ہوئی دوچار بار ٹرک پر بھی پڑی۔ کار کا ڈرائیور دور ہی سے اُس ٹرک کو راہ میں حائل دیکھ کر پے در پے ہارن دینے لگا تھا۔ لیکن ٹرک میں جنبش تک نہ ہوئی۔ البتہ اُس کا انجن بدستور چلتا رہا۔ آنے والی کار ایک بڑی سیاہ رنگ کی لیماؤسین تھی۔ اس کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی اور پھر وہ ٹرک سے شاید پانچ یا چھ گز کے فاصلے پر رک گئی۔ ڈرائیور نے چیخ کر کچھ کہا لیکن ٹرک سے کوئی جواب نہ ملا آخر وہ کار سے اتر کر آگے بڑھا۔

دفعتاً ٹرک کی ڈرائیور کی سیٹ سے ایک عجیب الخلقت چیز اتری سات فٹ اونچا بن مانس۔ اُس نے اپنے منہ سے ایک عجیب طرح کی آواز نکالی اور ٹرک کے پچھلے حصے سے دھما دھم کئی بن مانس سڑک پر کود آئے۔ کار کا ڈرائیور تو پہلے ہی چاروں خانے چت گر چکا تھا لیکن کار کے اندر بیٹھے ہوئے کسی آدمی نے ٹارچ کی روشنی باہر ڈالی۔ پھر کار میں کئی چیخیں گونجیں۔

"ریوالور... ریوالور....!" اندر کسی نے چیخ کر کہا۔ آواز خوفزدہ سی تھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں کار کے اندر سے فائر ہونے شروع ہو گئے۔

ڈرائیور کی سیٹ سے اترا ہوا بن مانس گولیوں کی پرواہ نہ کر کے برابر کار کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ کار میں تین آدمی تھے اُن میں سے ایک اُچھل کر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ لیکن ابھی وہ اسے اسٹارٹ بھی نہ کر پایا تھا کہ دو گنجان بالوں والے سخت ہاتھ اس کی گردن پر پڑے اور پھر اسے بڑی بے دردی سے کار سے باہر کھینچ کر ایک طرف ڈال دیا گیا۔ اندر سے فائر اب بھی ہو رہے تھے اور بقیہ بن مانسوں نے کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اُن میں سے کئی ریوالور کی گولیوں کا نشانہ بن کر زمین پر پڑے چیخ بھی رہے تھے۔ ان کی چیخوں سے دوسرے بن مانسوں کا جوش و خروش بڑھ گیا تھا اور وہ چاروں طرف سے کار پر ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ کار میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمی خوفزدہ ضرور تھے لیکن انہوں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیئے تھے۔ دو خطرناک ہاتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بڑھے پھر فائر ہوا۔ گولی اس بن مانس کے سینے پر پڑی جو کار کے اندر ہاتھ ڈال رہا تھا وہ اپنی جگہ سے ایک گز پیچھے اچھل کر لڑکھڑایا لیکن زمین پر نہیں گرا۔ کار سے پھر فائر ہوا۔ اس بار گولی اس کے داہنے شانے سے نکل گئی۔

اُس نے ایک بھیانک چیخ ماری اور پھر کار کی طرف جھپٹا.... دوسرے لمحے میں اُس نے ایک آدمی کو کار سے باہر کھینچ کر سڑک کے کنارے اچھال دیا۔ دوسرا آدمی اب بھی اندر سے فائر کر رہا تھا۔

ہوائی اڈہ قریب ہی تھا۔ شور کے ساتھ فائروں کی آوازیں بھی وہاں تک پہنچیں اور بہت

سے لوگ اسی طرف چل پڑے۔ انہیں دور سے بڑے بڑے تاریک سائے دکھائی دے رہے تھے اور کبھی کبھی ریوالور کے شعلوں کی چمک بھی نظر آجاتی تھی شور کچھ عجیب قسم کا تھا۔ ایسا شور غالباً انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اسی شور میں انہیں کبھی کبھی کسی آدمی کی چیخیں بھی سنائی دے جاتی تھیں۔ وہ تیزی سے اُس طرف بڑھتے رہے اُن کے ساتھ مسلح محافظوں کی ایک ٹولی بھی تھی۔

ادھر اُس بن مانس نے آخری آدمی کو بھی کھینچ کر سڑک پر پٹخ دیا.... اس کے بعد اس نے کار سے کوئی وزنی چیز اٹھائی اور جھپٹتا ہوا ٹرک کے پاس آیا.... دوسرے لمحے میں ٹرک بڑی تیزی سے کچے راستے پر مڑ رہا تھا۔

ہوائی اڈہ کے عملہ نے ٹارچیں روشن کر لی تھیں اور وہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے انہوں نے دور سے دیکھا کہ عجیب الخلقت جانور ایک سیاہ رنگ کی کار پر چاروں طرف سے ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ فائر بند ہو گئے تھے۔ پہلے تو وہ کچھ خوفزدہ ہو گئے پھر مسلح محافظوں نے رائفل کی باڑھ ماری۔ تین درندے چیختے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔ ایک جو باقی بچ رہا تھا چیختا ہوا روشنیوں کی طرف جھپٹا۔ دوسری باڑھ ماری گئی.... اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا گرا۔

گیارہ ایسے بن مانسوں کی لاشیں ان کے سامنے تھیں جن میں سے ایک کی تصویر وہ آج ہی دوپہر کو اسٹار کے مخصوص ضمیمے میں دیکھ چکے تھے۔

پھر انہوں نے چار زخمی آدمیوں کو زمین سے اٹھایا جو بیہوش تھے۔

"ارے.... یہ تو.... سفارت خانے کے لوگ ہیں۔" کسی نے چیخ کر کہا۔

"کون.... یوگوسلاوی سفیر کے اتاشی۔" کوئی دوسرا بولا۔

فریدی دروازے پر جم گیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُن میں سے کوئی نکل کر جا سکے لیکن چند لمحوں کے بعد اُسے حیرت ہونے لگی کیونکہ دروازے کی طرف کوئی بھی نہیں بڑھ رہا تھا البتہ دھینگا مشتی کی آوازیں برابر جاری تھیں۔ اس نے سوچا کہ شاید حمید بھی شریک ہو گیا اور دونوں نے مل کر انہیں الجھا لیا ہے۔

فریدی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور روشنی کر دی۔

انور اور حمید آپس میں گتھے ہوئے تھے اور برنارڈ ساتھیوں سمیت غائب تھا۔ وہ دونوں

جھلاہٹ میں ایک دوسرے پر دانت پیس کر الگ ہو گئے۔

داہنی سمت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فریدی اس طرف جھپٹا.... پھر انہوں نے سارا مکان چھان مارا لیکن کہیں بھی کسی آدمی کا سراغ نہ مل سکا۔ حتیٰ کہ وہ بھی نہ ملا جسے وہ بیہوش کر کے بیرونی کمرے میں ڈال آئے تھے۔

"سنو....!" فریدی نے حمید اور انور کو مخاطب کیا۔ "اب ہمیں چپ چاپ یہاں سے چل دینا چاہئے۔ برنارڈ پہلے ہی الزام لگا چکا ہے کہ حمید زبردستی اس کے گھر میں گھس آیا تھا۔"

"اس کے الزام لگانے سے کیا ہوتا ہے۔" حمید بولا۔

"شاید تم یہ بھول چکے ہو کہ ہمارا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو چکا ہے۔" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔

وہ باہر نکل آئے۔ فریدی نے اپنی کار برنارڈ کے بنگلے سے کافی فاصلے پر کھڑی کی تھی انور نے اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کرنی چاہی لیکن وہ اسٹارٹ نہ ہوئی۔

"ذرا ٹارچ تو دیجئے گا۔" انور نے فریدی سے کہا۔

"احمق ہوئے ہو۔" فریدی بولا۔ "اسے دھکیل کر میری کار تک لے چلو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں زیادہ دیر تک روکے رکھنے کے لئے اُسے بگاڑ گئے ہوں۔"

انور موٹر سائیکل کو دھکیل کر کیڈی تک لایا۔ پھر وہ کسی نہ کسی طرح اٹھا کر اس کی اسٹپنی میں ٹھونس دی گئی۔

"مجھے یقین ہے۔" فریدی کیڈی اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ "برنارڈ پولیس کو اس کی اطلاع ضرور دے گا اور اگر نہیں رپورٹ کرتا تو یہ سمجھ لو کہ وہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ دوسری صورت مجھے ناممکن نظر آتی ہے اگر واقعی اس کا تعلق اسی گروہ سے ہے تو وہ ہرگز روپوش نہ ہو گا۔"

"سو فیصدی....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "وہ اُسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ مجھ سے لڑکال جنگل والے اسسٹنٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔"

"کیا پوچھ رہا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"یہی کہ تم لوگوں نے بن مانس کے سلسلے میں لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا۔"

"ہوں! تب تو تم بڑے خوش قسمت تھے کہ انور کی نظر تم پر پڑ گئی ورنہ تم اس وقت دو

دنیا میں ہوتے۔ برنارڈ اس واقعے کے بعد تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔"

"مجھے خوشی ہوتی۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کھوپڑی کا پچھلا حصہ پلپلا ہو گیا ہے۔" اس کے بعد اس نے بغیر پوچھے پوری داستان دہرا دی۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے آفس کی کوئی لڑکی بھی ان سے ملی ہوئی ہے؟" فریدی بولا۔

"میرا ایسا خیال نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔ "نسرین نے اُسے تعارف کراتے ہوئے اس کا پورا نام مس روز ابرنارڈ بتایا تھا۔ لیکن میں نے اس وقت لفظ برنارڈ پر غور نہیں کیا۔"

"غور کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔" انور چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ملائم اور نمکین گوشت کا کوئی نام نہ ہو تب بھی وہ لذیذ ہی رہتا ہے۔"

"میں تم سے بات نہیں کر رہا ہوں۔" حمید بگڑ گیا۔

"مجھ سے بات کرنے کی تم میں اہلیت ہی نہیں ہے۔"

"فضول باتیں کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو۔" فریدی نے دخل اندازی کی۔ "حمید میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم اس وقت چپ چاپ کسی ہوٹل میں جا ٹھہرو۔ اگر تمہارے سر پر چوٹ نہ ہوتی تو پھر تشویش کی بات نہیں تھی۔"

"کیسی تشویش میں کسی ہوٹل میں کیوں ٹھہروں۔"

"فرزند! برنارڈ تمہاری رپورٹ ضرور کرے گا اور شاید یہ بھی لکھوائے کہ اس نے غصے میں تمہیں زخمی کر دیا ہے تمہارے سر کا زخم شہادت دے گا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ڈی ایس پی سٹی سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں۔"

"مگر میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ کیا ہوٹل والوں کو شبہ نہ ہوگا اور ایسی صورت میں جب کہ میرے کوٹ پر خون کے دھبے بھی ہیں۔"

"کوٹ انور سے بدل لو۔ فی الحال میں تمہیں ریلوے اسٹیشن پر چھوڑے دیتا ہوں تم وہاں کے ہسپتال میں جا کر اپنے زخم کی ڈریسنگ کراؤ۔ اس کے بعد ویٹنگ روم میں انور کا انتظار کرنا۔ یہ تمہارا سامان لے کر آئے گا اگر میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ نہ ہوا ہوتا تو اس کی ضرورت نہ پیش آتی۔ خیر تم کیپیٹل میں قیام کرنا۔ بقیہ سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔"

حمید کو اسٹیشن چھوڑنے کے بعد فریدی گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے جلدی تھی۔ ان

دنوں وہ جن حالات سے گذر رہا تھا ان کا تقاضا یہی تھا کہ احتیاط کا کوئی پہلو نظر انداز نہ ہونے پائے۔ گھر پہنچ کر وہ حمید کے لئے ضروری سامان ٹھیک کرانے لگا۔ اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی انور کو برآمدے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تین چار منٹ تک فون پر کسی سے گفتگو کرتے رہنے کے بعد پھر انور کے پاس واپس آ گیا۔

"دیکھا تم نے۔" اس نے انور کو مخاطب کیا۔ "برنارڈ نے رپورٹ کر دی ہے۔ جگدیش کا فون تھا۔ برنارڈ نے وہی سب کچھ لکھوایا ہے جو میں تھوڑی دیر قبل کہہ رہا تھا۔ حمید نے اس کی لڑکی پر مجرمانہ حملہ کیا۔ اچانک وہ آ گیا اور اس نے حمید کے سر پر گلدان کھینچ مارا۔"

"واقعی دیدہ دلیری پر حیرت ہے۔" انور بولا۔

"برنارڈ جانتا ہے کہ میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو چکا ہے لیکن اس نے رپورٹ میں ہم دونوں کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ بھی اس کی ایک چال ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔"

انور فریدی کے چہرے پر فکر مندی کے آثار دیکھ رہا تھا۔

"[illegible]"

[illegible]

"[illegible]!"

شہر میں پھر سراسیمگی پھیل گئی۔ اخبارات نے پچھلی رات والے بن مانسوں کے حملے کا حال بالتشریح شائع کیا تھا۔ یوگوسلاوی سفیر کا اتاشی چند اہم کاغذات لے کر اپنے ملک تک پہنچنے کے لئے ہوائی اڈے کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اُسے چند بن مانسوں نے گھیر لیا۔ اتاشی اور اس کے دو ساتھی ڈرائیور سمیت اپنی مدافعت کرتے رہے۔ انہوں نے ان میں سے کئی بن مانس مار بھی گرائے۔ ان کے ہوش میں تو کاغذات کا چرمی تھیلا محفوظ رہا تھا۔ لیکن اس جدوجہد کے دوران میں وہ کچھ دیر کے لئے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اور پھر ہوش میں آنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ تھیلا غائب ہے۔ اخبارات کی اطلاع کے مطابق سب سے پہلے پرنسٹن کے ٹریفک کانسٹیبل نے ایک بن مانس کو ایک ٹرک ڈرائیو کرتے دیکھ کر اس کی اطلاع پرنسٹن کے تھانے میں دی تھی۔ اس کے بعد متعدد جگہوں سے رپورٹیں موصول ہونے پر پولیس کی کئی پٹرول کاریں اس ٹرک کی تلاش میں نکل گئی تھیں۔ اخبارات نے گیارہ بن مانسوں کی لاشوں کا بھی تذکرہ کیا تھا جن

میں سے چار پر کسی قسم کے زخم نہیں پائے گئے۔ بقیہ سات کے جسموں پر کہیں گولی ضرور لگی تھی۔ چار بن مانسوں کی موت کے اسباب تک نہیں معلوم ہو سکے۔ اخبارات نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ بن مانس ویسے ہی تھے جیسا کہ گذشتہ دن انسپکٹر فریدی نے لڑکال جنگل میں شکار کیا تھا۔

فریدی کو اس حیرت انگیز واقع کی اطلاع پچھلی رات ہی کو مل گئی تھی جب وہ حمید اور روزا برنارڈ والی خبر کی اشاعت رکوانے کے لئے اخبارات کے دفتروں کے چکر لگاتا پھر رہا تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ کسی اخبار میں بھی حمید کے خلاف لگائے گئے برنارڈ کے الزامات کے متعلق کچھ نہیں آیا تھا اور یہ سب کچھ فریدی کے ذاتی اثر و رسوخ کی بناء پر ہوا تھا۔

صبح ہی صبح محکمہ سراغ رسانی کا ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ رات بھی اس نے بہ نفس نفیس کئی چکر لگائے تھے لیکن فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی کہہ رہا تھا۔ "اوپر والے ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑاتے ہیں اور پھر جب کوئی اس قسم کی واردات ہو جاتی ہے تب بھی ہم ہی سے جواب طلب کیا جاتا ہے... پھر کہا جاتا ہے کہ ہمارا محکمہ سوتا رہتا ہے۔"

"پھر بھلا بتایئے ان آسمانی بلاؤں کو ہمارا محکمہ کس طرح روک سکتا ہے۔" فریدی بولا۔

"بھلا.... بن مانس....!"

"لاحول ولا قوۃ.... تم بھی ویسی ہی باتیں کرنے لگے۔" ڈی۔ آئی۔ جی جھنجھلا گیا۔ "تم کچھ چھپا رہے ہو۔ کیا کل تم نے ویسا ہی ایک بن مانس نہیں شکار کیا تھا۔"

"کیا تو تھا.... لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس قسم کے بن مانس یوگوسلاوی سفارتخانے سے بھی کچھ تعلق رکھ سکتے ہیں۔"

"مجھے بتاؤ" ڈی۔ آئی۔ جی نے فریدی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "جوزف اور اُس کی بیوی کی لاشوں کے قریب انہیں بن مانسوں کے بال پائے گئے تھے۔ پھر ان دونوں کے بھوتوں نے انگریزی سفارت خانے سے کچھ اہم کاغذات اڑائے.... اور اب خود ان بن مانسوں نے یوگوسلاوی سفارت خانے کی ڈاک پر ڈاکہ ڈالا۔"

"آپ نے حمید کی بابت کچھ سنا....؟" فریدی نے سوال کیا۔

"سنا ہے لیکن اس بناء پر اُسے کوئی اہمیت نہیں دی کہ رپورٹ برنارڈ نے لکھوائی ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" فریدی بولا۔ "واقعہ یوں ہے کہ برنارڈ حمید کو دھوکا دے کر اپنے گھر بلواتا ہے اور زخمی کر دیتا ہے وہ اس سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم لوگوں نے بن مانس کے سلسلے میں لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا۔"

"کیوں...؟ ظاہر ہے کہ تم نے اُسے لڑکال جنگل ہی میں شکار کیا تھا۔"

"قطعی نہیں...." فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اُس نے خود ہی غریب خانے میں قدم رنجہ فرمایا تھا۔"

"کیا....؟" ڈی۔ آئی۔ جی چونک پڑا۔

"جی ہاں.... اس کا شکار میں نے اپنی کمپاؤنڈ ہی میں کیا تھا۔"

اس کے بعد فریدی نے پورا واقعہ دہراتے ہوئے کہا۔ "اب وقت آگیا ہے کہ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں۔ آصف اور سنگھ بیچارے تو جھک مارتے ہی رہ جائیں گے۔ مجھے وہ چیز مل گئی ہے جس کی تلاش عرفانی کے قاتلوں کو تھی۔"

"اوہ.... تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا۔" ڈی۔ آئی۔ جی شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

فریدی اُسے اپنی تجربہ گاہ میں لایا۔ اور پھر اُس نے عرفانی کی ڈائری اور تعلیمی تاش کے دونوں پتے نکالے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد جب وہ دونوں تجربہ گاہ سے نکل رہے تھے ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔

"فریدی سچ کہتا ہوں اگر تم جاگتے نہ رہو تو ہم سب نالائق بنا دیئے جائیں۔ بھئی مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اگر یہ ڈائری اور تاش کے پتے مجھے ملتے تو میں انہیں ردی کی ٹوکری میں ڈال کر مطمئن ہو جاتا۔ خیر ہاں تم نے حمید کو کیوں چھپا دیا۔"

"اگر وہ ایک گھنٹے کے لئے بھی حوالات میں گیا تو میرے لئے مر جانے کا مقام ہوگا۔ مصیبت یہ ہے کہ اس کے سر پر زخم بھی موجود ہے اور دوسری مصیبت یہ کہ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی عرصہ سے اس تاک میں ہے کہ اُسے ہمارے خلاف مواد مل جائے اور بنیادی مصیبت یہ ہے کہ میرا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو چکا ہے۔"

"اس کی فکر نہ کرو۔ آئی جی صاحب خود بھی پشیمان ہیں۔ میں کوتوال کو ایک حکم نامہ بھیجے دیتا ہوں کہ سرجنٹ حمید کا کیس محکمے کو ریفر کر دیا جائے۔ براہِ راست کوئی کاروائی نہ ہو.... اور کیوں نہ برنارڈ کو پکڑ ہی لیا جائے۔"

وہ میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ مجرموں میں وہی ایک ایسا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اور شاید ہم اسی کے ذریعے وہاں تک پہنچ سکیں جہاں سے وہ بن مانس برآمد ہوتے ہیں۔"

"بن مانسوں کا مقابلہ بھی عجیب ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "پچھلی رات سات تو گولیوں سے مرے ہیں اور چار کی موت پُراسرار ہے۔ کیونکہ انہیں گولیاں لگی ہی نہیں اور ایک کے متعلق اتاشی کا بیان ہے کہ اس پر گولیوں کا اثر ہی نہیں ہوا اور غالباً وہی ٹرک بھی ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"اور وہی ایک بن مانس نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں.... کیا مطلب....؟"

"اس لئے کہ وہ گولیوں سے نہیں مرا۔ اور وہی ڈاک کا تھیلا لے گیا۔"

"اور اِن کے متعلق کیا کہو گے جو گولیوں کے بغیر ہی مر گئے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

❁

آخر حمید کیپٹل ہوٹل سے گھر واپس آ گیا تھا لیکن اُسے اپنی زندگی تلخ محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ برنارڈ اب بھی بے خوف و خطر آزادانہ پھر رہا تھا۔ وہ بڑی شدت سے اندر ہی اندر جھلس رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اُسے مار ہی ڈالتا۔ لیکن اُس نے کم از کم برنارڈ سے انتقام لینے کی ٹھان ہی لی تھی۔ اس سلسلے میں اس کی نظر انتخاب قاسم پر پڑی لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا کیونکہ قاسم پرلے سرے کا بیوقوف تھا اور اُسے وقتی طور پر بھی عقلمند بنا دینا کم از کم اُس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

وہ دن بھر یہی اسکیمیں سوچتا رہا اور شام ہوتے ہی قاسم کی طرف چل پڑا لیکن قاسم گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ دو دن سے غائب ہے شاید یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہ گھر والوں کو اطلاع دیئے بغیر اس طرح غائب ہو گیا تھا۔

حمید ناکام واپس لوٹا۔ گھر پہنچ کر وہ نئے نئے منصوبے بنانے لگا۔ آخر اُس نے سوچا کیوں نہ میک اپ میں قسمت آزمائی کی جائے لیکن معاملات چونکہ بہت زیادہ الجھ گئے تھے اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ فریدی کی رائے بھی معلوم کر لی جائے۔ ورنہ ممکن ہے بعد کو وہ اپنی ناکامی کا الزام اُسی کے سر منڈھ دے۔

فریدی اس کی لاعلمی میں کئی گھنٹے سے گیراج میں کچھ ٹھوک پیٹ رہا تھا۔ حمید نے اُسے پہلے گھر میں تلاش کیا۔ پھر سوچا ممکن ہے باہر گیا ہو۔ وہ اُسے دیکھتا ہوا گیراج تک گیا جس کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ حمید نے دستک دی۔ فریدی نے دروازہ کھولا۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میلے تھے۔ کپڑوں پر بھی ایک آدھ جگہ تیل کے تاریک دھبے نظر آ رہے تھے۔

"تمہاری ضرورت بھی تھی۔" فریدی نے اُسے اندر کھینچتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے.... میرے کپڑے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"صرف کفن نہ میلا ہونا چاہئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "بقیہ سب چلتا ہے۔"

فریدی کی جیپ کار پر نظر پڑتے ہی حمید کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ جیپ کار کی پچھلی نشست کے دونوں اطراف میں مشین گنیں فٹ تھیں اور اب فریدی ان کے دھانوں کو چھوڑ کر بقیہ حصے بڑے بڑے گدوں کے نیچے چھپا رہا تھا۔

"یہ کیا مصیبت ہے؟"

"تمہارے دردِ سر کا علاج! لڑکال جنگل میں خوبصورت لڑکیاں نہیں ملتیں۔"

"لڑکال جنگل۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کیوں وقت برباد کر رہے ہیں۔ یہ تاش کے پتے...."

"کیا سر کی چوٹ بھول گئے۔ بھلا یہ کس سلسلے میں آئی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی تھوڑی دیر تک مختلف پہلوؤں سے جیپ کار کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ دونوں گیراج سے باہر نکل آئے۔

"آج تو موسم بھی بڑا دلکش ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خاصی تفریح رہے گی۔"

"تو کیا اسی جیپ پر چلنے کا ارادہ ہے.... آخر مشین گن کیوں؟"

"بطخوں کا شکار کریں گے۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"اللہ ہماری مغفرت فرما۔" حمید نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ "ہم بہت جلد تیری ہی طرف آنے والے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد ان کی جیپ شہر کی سنسان راہوں سے گذرتی ہوئی مضافات کی طرف جا رہی تھی۔ فریدی نے دن بھر کی محنت سے اُسے ایک اچھی خاصی اسلحہ بند گاڑی بنا لیا تھا۔ اور اس کی ہڈ

میں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی سرچ لائٹیں فٹ کردی تھیں۔ جو فی الحال روشن نہیں تھیں۔

"آپ جنگل میں تو گھس نہ سکیں گے۔" حمید بولا۔

"کیوں کیا تم اُس دس میل لمبی سڑک سے کبھی نہیں گذرے جو بالی کیمپ سے تار جام کی طرف گئی ہے۔"

"اوہ.... ٹھیک ہے جس پر وہ کولتار والی فیکٹری ہے۔"

"ٹھیک وہی.... بس آج ہم اُس سڑک کی پیائش کریں گے اگر کہیں تمہیں بطخیں دکھائی دیں تو مشین گنوں کے سوئچ آن کر دینا۔"

"اوہو.... کیا آپ کو توقع ہے کہ وہ بن مانس وہیں رہتے ہوں گے۔"

"پتہ نہیں.... یہ تو میں نے احتیاطاً۔"

"ذرا یہ تو سوچئے۔" حمید نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اگر اُس جنگل میں ایک بھی ویسا خوفناک بن مانس ہوتا تو کم از کم کولتار فیکٹری والے ضرور ہلڑ مچاتے۔"

"تو فرزند یہ بھی ناممکن ہے کہ اتنی تعداد میں وہ درندے شہر ہی کے کسی حصے میں مقیم ہوں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ بن مانس بہت زیادہ غل غپاڑہ مچاتے ہیں۔ اگر وہ اس جنگل ہی کے کسی حصے میں ہوتے تو کم از کم بالی کیمپ والی سڑک سے گذرنے والے یا کولتار فیکٹری کے لوگ کبھی تو اُن کی آواز سنتے۔"

"بھئی سچ پوچھو تو یہ مسئلہ ابھی تک میری سمجھ میں آیا ہی نہیں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یوگو سلاوی سفیر کے اتاشی کو جو واقعہ پیش آیا ہے اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب ہی نہیں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے ایک بن مانس کا شہر کی سڑکوں پر ٹرک ڈرائیو کرنا وہ بھی اس چابکدستی سے کہ کہیں کوئی حادثہ نہیں پیش آیا۔ پھر حملہ کر کے ڈاک کا تھیلا لے بھاگنا۔ آخر دوسرے بن مانس اتنے احمق کیوں تھے کہ وہ نہیں بھاگے۔"

"اور کچھ اُن سے بھی زیادہ احمق تھے جو خود بخود مر گئے۔"

"ٹرک ڈرائیو کرنے والا تو سو فیصدی آدمی تھا۔" فریدی نے کہا۔ "اور اُس نے بن مانس کی کھال کے نیچے بلٹ پروف لگا رکھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس پر گولیوں نے اثر نہیں کیا۔"

"آج کل آپ جیرالڈ شاستری کو بُری طرح نظر انداز کر رہے ہیں۔" حمید نے اکتا کر

موضوع بدل دیا۔

"جیرالڈ....!" فریدی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس ڈرامے میں اس کا کیا رول ہے۔"

"وہ کسی پُر اسرار قوت کا مالک ہے۔" حمید نے کہا۔ "مجھے آج تک اس کے علاقے اور کسی آدمی سے خوف نہیں محسوس ہوا۔"

"مجھے وہ ملاقات اچھی طرح یاد ہے۔" فریدی بولا۔ "لیکن مجھ پر اُس کی شخصیت کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔"

"آپ خود ہی اپنا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔" حمید نے جل کر کہا۔

"غلط نہیں کرتا۔"

"آدمی کو کبھی کبھی کسر نفسی سے بھی کام لینا چاہئے۔"

"بنفشہ بھی پینا چاہئے۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میری کسر نفسی سے مجھے یا دوسروں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میری کسر نفسی کے متمنی لوگوں کے غرور کی تھوڑی سی تسکین ہو جائے۔"

"آپ مغرور ہو گئے ہیں۔"

"وہی دو ٹکے والی بات۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "جب میرے غرور سے تمہارے غرور کو ٹھیس لگتی ہے تو تم مجھے مغرور کہہ دیتے ہو۔"

"میں تو فی الحال آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتا ہوں۔" حمید نے چڑھانے والے انداز میں قہقہہ لگایا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ جیپ کار شہر سے بالی کیمپ جانے والی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ آسمان ابر آلود ہونے کی وجہ سے تاریکی بڑھ گئی تھی۔ حمید بہت کچھ بکنا چاہتا تھا لیکن اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فریدی زیادہ گفتگو کے موڈ میں نہیں ہے۔

لڑکال جنگل کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور مختلف قسم کی آوازیں جیپ کے شور کے باوجود بھی ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔

"فریدی صاحب۔" حمید بولا۔ "اگر وہ ہوں گے بھی تو جنگل کے کسی دشوار گذار حصے میں۔"

"مجھے کب اس سے انکار ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ہم تو صرف سڑک ناپنے جا رہے ہیں۔ وہ بن مانس جو ہماری کمپاؤنڈ میں گھسا تھا کیا ہمارا پتہ پوچھتا ہوا آیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اُسے کوئی آدمی وہاں تک لایا ہوگا۔ اگر وہ بن مانس ٹرک استعمال کرتے ہیں تب تو انہیں یقیناً اسی سڑک سے گذرنا پڑتا ہوگا۔"

"اونہہ ماریئے گولی! میں تو شدت سے بور ہو چکا ہوں۔ ذرا رفتار کم کیجئے۔ پائپ سلگاؤں گا۔"

فریدی نے رفتار کم کردی اور حمید پائپ سلگانے لگا۔

اُن کے سامنے بہت دور سے کسی موٹر کی ہیڈ لائیٹس نظر آرہی تھیں۔

فریدی نے جیپ کی رفتار پھر تیز کردی۔ سامنے سے آنے والی موٹر قریب ہوتی جارہی تھی۔ ایک جگہ جیپ کار کچھ اونچائی پر آئی تھی کہ اُس کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی سامنے سے آنے والی موٹر کے ونڈ اسکرین پر پڑی اور حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔ ڈرائیور کی سیٹ پر وہی عجیب الخلقت درندہ بیٹھا ہوا تھا۔

"خاموش.....!" فریدی آہستہ سے بولا۔

ٹرک تیزی سے جیپ کے قریب سے نکل گیا۔ فریدی نے اپنی گاڑی روک دی اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ ٹرک کی پچھلی سرخ روشنی دور ہوتی جارہی تھی۔ جب فاصلہ کافی زیادہ ہو گیا تو فریدی نے بھی جیپ اُسی طرف موڑلی۔ اس کی ہیڈ لائیٹس بجھادی تھیں اور اب اندھیرے میں آگے جانے والے ٹرک کا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔

"کیا بطخوں کے شکار کا وقت قریب آگیا ہے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"ذرا صبر کرو۔"

حقیقتاً وہ لمحات حمید کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔ اگر اس وقت اسٹیئرنگ اُس کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ اتنے فاصلے سے تعاقب کرنے کی بجائے ٹرک کے پہلو میں ہوتا اور جیپ کے ایک طرف کی مشین گن گولیاں اگل رہی ہوتی۔

اُدھر فریدی سوچ رہا تھا کہ کاش اس وقت جیپ کی بجائے کیڈی لاک ہوتی۔ اُسے خدشہ تھا کہ جیپ کے انجن کی آواز ٹرک والوں کو ہوشیار نہ کردے۔ اس بات کا تو اُسے یقین تھا کہ ٹرک ڈرائیو کرنے والا درندے کے بھیس میں کوئی آدمی ہی ہے۔ جیپ کار اندھیرے میں فراٹے بھرتی رہی۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔" حمید اُکتا کر بولا۔

"یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آج ان کے ارادے کیا ہیں۔"

"اگر نکل گئے تو۔"

"مجھے یقین ہے کہ یہ کسی صورت سے نہیں بچ سکتے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مجھے ان کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ انہوں نے مجھ سے جنگل کی خاک نہیں چھنوائی۔"

"اگر آپ نے انہیں مار لیا تو ان کے ٹھکانے کا پتہ کس طرح چلے گا۔"

"بس ایک کو زندہ چھوڑنا ہے اُسے جو ٹرک ڈرائیو کر رہا ہے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ وہ بن مانس کی کھال میں کوئی آدمی ہے اور اُس نے کھال کے نیچے بلٹ پروف لگا رکھے ہیں۔ اگر صورت حال یہی ہے تو وہ لامحالا بچ جائے گا۔"

"خیر یہ تو کوئی بات نہیں۔ مشین گن کی گولیاں ایک مخصوص فاصلے سے بلٹ پروف کے باپ کے بھی پرخچے اڑادیتی ہیں۔"

"مشین گنیں تو میرے خیال سے بالکل ہی بیکار ثابت ہوں گی۔" حمید نے کہا۔ "کیونکہ آپ نے انہیں ادھر اُدھر فٹ کر رکھا ہے۔ اگر انہوں نے سامنے سے ہم پر حملہ کردیا تو۔"

"ہمارے پاس دو عدد برین گن بھی ہیں فرزند۔" فریدی پُر سکون لہجے میں بولا اور حمید خاموش ہو گیا۔

اس کا ذہن پراگندگی کا شکار ہو گیا تھا۔ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خیال سے کہ کہیں وہ ٹرک انہیں دھوکے میں رکھ کر کسی اور طرف نہ نکل جائے۔

اگلا ٹرک شہر کی طرف مڑ گیا۔

"پچھلے حصے میں بھی بن مانس ہی ہوں گے۔" حمید بولا۔

"کثیر تعداد میں.....!" فریدی نے کہا۔ "کیا تم نے دیکھا نہیں تھا۔"

"نہیں..... میں نہیں دیکھ سکا۔"

پھر خاموشی ہو گئی۔ تعاقب برابر جاری رہا۔ فریدی نے شہر جانے والی سڑک پر بھی جیپ کار کی ہیڈ لائیٹس نہ روشن کیں۔ سڑک یوں بھی سنسان تھی اس لئے اس میں بھی کوئی خاص دشواری نہیں ہو رہی تھی..... اچانک فریدی نے محسوس کیا کہ وہ ٹرک خود بھی ایسی سڑکوں کو

نظر انداز کر رہا ہے جن پر اتنی رات گئے بھی ٹریفک کی موجودگی کا امکان ہو سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد جب وہ ٹرک ایک عمارت کے سامنے رک گیا تو حمید کو اپنا دل کھوپڑی میں دھمکتا ہوا محسوس ہونے لگا.... یہ جیر اللہ شاستری کی کوٹھی تھی۔

فریدی نے کافی فاصلے پر اپنی جیپ کار روک دی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں میں برین گنیں لئے ہوئے جیپ سے اُترے اور دوسری عمارتوں کی چہار دیواریوں سے لگ کر رینگتے ہوئے جیر اللہ کی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگے۔

ٹرک سے طویل القامت اور مہیب سائے اُترنے شروع ہو گئے تھے پھر وہ سب سلاخوں دار پھاٹک پر چڑھ چڑھ کر جیر اللہ کی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہونے لگے۔

پھنس گئے

کچھ دیر تک بالکل خاموشی رہی۔ حمید کو پھر الجھن ہونے لگی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی آگے کیوں نہیں بڑھتا۔

تھوڑی دیر بعد جیر اللہ کی کوٹھی سے شور بلند ہونے لگا۔ دو ایک فائروں کی بھی آوازیں آئیں۔ فریدی ابھی تک وہیں جما رہا۔ ابھی تک حمید یہ سمجھ رہا تھا کہ بن مانسوں کا کچھ نہ کچھ تعلق جیر اللہ سے ضرور ہے لیکن اب ایسی حالت میں اگلا نظریہ کیونکر قائم رہ سکتا تھا۔

شور بڑھتا گیا۔ فائروں کی آوازیں بھی بدستور آ رہی تھیں۔ قرب و جوار کی عمارتوں کی کھڑکیوں میں رفتہ رفتہ روشنی نظر آنے لگی تھی۔

"تم جیپ پر واپس جاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا اور حمید شاید انکار ہی کرنے والا تھا کہ فریدی پھر بولا۔

"جو میں کہوں وہ کرو.... اگر وہ ٹرک چل پڑے تو ہرگز تعاقب نہ کرنا۔ جاؤ۔"

حمید نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔ حالانکہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا۔

فریدی آہستہ آہستہ ٹرک کی طرف رینگنے لگا۔

قرب و جوار کے لوگ بھی بیدار ہو کر گھروں سے نکلنے لگے تھے۔ فریدی ٹرک کے قریب

پہنچ کر سیدھا ہو گیا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے پچھلے حصے میں تھا۔

سڑک پر کھڑے ہوئے لوگ پہلے تو سمجھ ہی نہ سکے کہ شور کہاں ہو رہا ہے۔ ان میں سے بہتیرے جیر اللہ کے لڑکے لیی آرتھر کی آواز بخوبی پہچانتے تھے۔ انہوں نے اس کی چیخیں سنیں اور صاف پہچانیں۔ پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ انہیں اچانک رک جانا پڑا۔ وہ نہ صرف رکے بلکہ بہتوں کی چیخیں بھی نکل گئیں.... ایک طویل القامت بن مانس جس نے اپنے ہاتھ میں کوئی وزنی چیز لٹکا رکھی تھی پھاٹک سے نکل کر نہایت اطمینان سے ٹرک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

ٹرک چل پڑا اور کسی میں بھی اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت کرتا۔

حمید نے ٹرک کو دیکھا لیکن کوئی اقدام نہ کر سکا۔ بعض اوقات فریدی کے اس طرح کے احکامات اُسے شدت سے کھل جاتے تھے۔ اس نے ٹرک کا تعاقب نہ کیا۔ لیکن کم از کم وہاں سے چلا جانا اُس کی متجسس طبیعت کے برعکس تھا۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بُری طرح بے چین تھا کہ جیر اللہ پر کیا گزری۔ فریدی نے اُسے صرف ٹرک کا تعاقب کرنے سے منع کیا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ وہاں سے چلا ہی جائے۔ بہرحال حمید نے وہاں ٹھہر جانے کا جواز پیدا کر کے جیپ اسٹارٹ کر دی اور ٹھیک اسی مجمع کے قریب آ کر رکا لوگوں کی دانست میں شاید وہ بن مانس ایک ہی تھا جو ٹرک پر جا چکا تھا۔ حمید اپنے ہاتھ میں برین گن لئے ہوئے جیپ سے اُتر آیا۔

دفعتاً پھاٹک پر پھر دو مہیب سائے دکھائی دیئے جو بند پھاٹک پر چڑھ کر باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے لوگ چیخیں مار کر بھاگنے لگے۔

حمید کی برین گن گولیاں اگل رہی تھی۔ دونوں چیختے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔ برن گن خاموش ہو گئی اور حمید اُسے دوبارہ لوڈ کرنے لگا۔

بھاگتے ہوئے لوگ ٹھہر گئے لیکن وہ دور کھڑے ہوئے تھے۔ حمید ان کی طرف مڑا۔

"مجھے ایک دلیر آدمی چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"آپ کون ہیں۔" مجمع میں سے کسی نے پوچھا۔

"پولیس....!"

سناٹا چھا گیا.... تھوڑی دیر بعد ایک آدمی مجمع سے نکل کر حمید کی طرف بڑھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں۔" اُس نے حمید سے پوچھا۔

"ہم اندر چلیں گے۔" حمید بولا۔

"خطرناک ہے۔" اُس آدمی نے کہا۔ "میں نہتا ہوں۔"

"فکر نہ کیجئے۔" حمید نے جیب کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اُس نے اس میں سے اپنا ریوالور نکالا اور برین گن اُس آدمی کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔ "خطرے کے وقت اس ٹریگر کو دباتے چلے جایئے گا۔"

"میں جانتا ہوں.... فوج میں رہ چکا ہوں۔" اُس آدمی نے کہا۔

"تب تو اور بھی اچھا ہے.... آیئے۔"

حمید آگے بڑھ کر پھاٹک پر چڑھ گیا۔ اس کے پیچھے وہ فوجی تھا۔ برآمدے میں پہنچتے ہی انہوں نے پھر ایک فائر کی آواز سنی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی اندر سے بھاگتا ہوا برآمدے کی طرف آرہا ہو۔

دروازہ کھلا اور کوئی دھڑام سے فرش پر آرہا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔ حمید نے ٹارچ روشنی کی یہ جیراللہ شاستری تھا۔ حمید اُسے اٹھانے کے لئے بڑھ ہی رہا تھا کہ فوجی کے ہاتھ میں دبی ہوئی برین گن کا رخ دروازے کی طرف مڑ گیا ساتھ ہی دو شعلے نکلے اور ایک درندہ چیختا ہوا جیراللہ شاستری پر ڈھیر ہو گیا۔ اگر حمید آگے بڑھ کر جیراللہ کو اُس کے نیچے سے کھینچ نہ لیتا تو شاید اُس دم توڑتے ہوئے وحشی نے اُس کے پرخچے اڑا دیئے ہوتے۔

ایک لامتناہی سناٹا۔

سڑک پر کھڑے ہوئے آدمیوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد جیراللہ کو ہوش آگیا۔ اُس وقت حمید نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کسی خوفزدہ بچے کے چہرے کی سی کیفیتیں طاری تھیں اس کی آنکھوں اور چہرے کے خدوخال میں بڑا ربط اور کافی ہم آہنگی تھی۔

"لے گئے۔" وہ بچوں کی طرح چیخا۔ "میری زندگی لے گئے.... میں لٹ گیا۔"

"کیا لے گئے؟" حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"تم کون ہو....؟"

"پولیس....!"

"اب آئی ہے پولیس.... کسی کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں۔ کیا ہو رہا ہے اس شہر میں؟ پولیس سو رہی ہے۔ میں برباد ہو گیا۔"

"کیا لے گئے کچھ بتایئے بھی تو۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"میری بدھ کی مورتی.... ٹھوس سونے کی تھی۔ دس سیر وزن....!"

"اوہ....!"

"اس پر میں نے سیاہ پینٹ کرا دیا تھا تاکہ وہ محفوظ رہ سکے۔"

"کوئی جانتا تھا! اُس کے متعلق۔"

"کوئی بھی نہیں.... حتیٰ کہ میرے لڑکے کو بھی اس کا علم نہیں۔"

"آپ کا لڑکا اس وقت کہاں ہے۔"

"آہ لیمی.... میرا لیمی۔" جیراللہ بے تحاشا چیخا۔ "لیمی بیٹے تم کہاں ہو۔"

وہ پاگلوں کی طرح اندر بھاگ گیا۔

حمید نے فوجی کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

اندر انہیں بن مانس کی آٹھ لاشیں ملیں۔ لیمی ایک کمرے میں بیہوش پایا گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی رائفل دبی ہوئی تھی اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

جیراللہ نے اُسے اٹھا کر ایک صوفے پر ڈال دیا۔

حمید درندوں کی لاشوں کو ٹٹولتا پھر رہا تھا۔ فوجی بھی اس کے ساتھ تھا۔ اچانک حمید کے منہ سے ہلکی سی آواز نکلی اور فوجی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

حمید ایک درندے کے تلاؤں کو ٹٹول رہا تھا۔ جن میں چمڑے کے تسمے کسے ہوئے تھے۔ حمید نے تسمے کھول ڈالے کھال ڈھیلی پڑ گئی اس نے اسے اوپر کی طرف کھینچا۔ کسی آدمی کا پنجہ باہر نکل آیا۔

"ارے....!" فوجی اچھل کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ڈرو نہیں دوست! اس کی کھال اتارنے میں میری مدد کرو۔" حمید بولا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ اس آدمی پر سے بن مانس کی کھال اُتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ایک ایسے شخص کی لاش تھی جسے ہر آدمی اچھی طرح پہچانتا تھا۔ برنارڈان کے سامنے

ننگا پڑا تھا۔

"تو یہ سب بھی....!" فوجی ہکلا کر رہ گیا۔

"دیکھتے ہیں.... ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا اور پھر اُس نے جیر اللہ کو آواز دی۔ وہ دوسرے کمرے میں تھا۔ آواز سنتے ہی باہر نکل آیا۔

"اسے پہچانتے ہیں آپ۔" حمید نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں.... ارے۔" جیر اللہ بوکھلا کر بولا۔ "یہ تو برنارڈ ہے.... اسے کیا ہوا؟"

"یہ بھی انہیں درندوں میں تھا.... یہ رہی اس کی کھال اور شاید آپ ہی کی گولی کا نشانہ بنا ہے۔"

"مگر.... میں نے دھوکے میں مارا.... یہ جرم نہیں ہے.... میں نہیں جانتا تھا۔" جیر اللہ کے لہجے میں بدحواسی تھی۔

وہ پھر بولا۔ "کیا یہ سب آدمی ہی ہیں۔ اُف! برنارڈ گھر کا بھیدی۔ شاید وہ مورتی کا راز جانتا تھا۔"

حمید کوئی جواب دینے کے بجائے پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اندر کی ساری لاشیں دیکھیں۔ باہر کی تینوں لاشوں کا بھی جائزہ لیا۔ وہ سب بن مانس ہی تھے۔ اُن میں سے دو ایسے بھی تھے جن کے گولی نہیں لگی تھی۔ لیکن وہ بے جان تھے۔

دوسرے دن شہر کے گلی کوچوں میں فوج کے مسلح دستے گشت کر رہے تھے اخبارات نے بہت شور مچایا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ جیر اللہ اپنے علمی تجربے کی بناء پر ہر طبقے میں احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ اُس کا اس بے دردی سے لٹ جانا لوگوں کی نظروں میں کافی اہمیت رکھتا تھا۔ اخبارات نے حکام سے پرزور اپیل کی تھی کہ اس پُر اسرار دہشت انگیزی کا سدباب کرنے کے لئے کوئی مناسب قدم اٹھایا جائے۔

محکمہ سراغ رسانی کے دفتر میں آفیسروں کی میٹنگ ہو رہی تھی۔ حمید ابھی ابھی پچھلی رات کے واقعات دہرا کر بیٹھا تھا کہ آئی۔ جی نے اس سے سوال کیا۔

"اور فریدی کہاں ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ ٹرک کے تعاقب میں تھے۔"

"اس وقت کہاں ہے۔"

"ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ برنارڈ نے تم پر ناجائز دباؤ ڈال کر کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"جی ہاں.... درست ہے.... وہ مجھ سے لڑکال جنگل کے متعلق معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"لڑکال جنگل کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتا تھا۔" آئی۔ جی نے جھنجھلا کر کہا۔ "جو کچھ تمہیں معلوم ہے بیان کر جاؤ۔"

"فریدی صاحب نے وہ بن مانس گھر پر ہی شکار کیا تھا۔"

"کیا....؟" آئی جی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! گھر پر ہی! لیکن وہ ایک ہی تھا اور اُسے ہمارے کتوں نے گھیر لیا تھا۔ پھر فریدی صاحب نے اُسے گولی مار دی۔ اسٹار کا ضمیمہ ان کی خواہش کے مطابق شائع ہوا تھا اور لڑکال جنگل کی کہانی ان کی ہی اُپج تھی۔"

"آخر کیوں! لڑکال جنگل کا نام کیوں لیا گیا تھا۔" آئی جی نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔

"برنارڈ بھی مجھ سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اس کا علم ہی نہیں تھا۔ میں اُسے کیا بتاتا۔"

"تمہیں اس کا علم نہیں۔" آئی۔ جی نے اُسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں.... وہ بہتیری باتیں مجھے بھی نہیں بتاتے۔"

تم نے اس سے پہلے بھی کبھی برنارڈ کو جیر اللہ کے مکان پر دیکھا تھا۔

"جی ہاں.... ایک بار جب ہم جوزف پیٹر کے معاملے میں پوچھ گچھ کرنے گئے تھے۔"

تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر آئی جی نے سوال کیا۔

"تمہیں فریدی کی طرف سے کچھ ہدایات تو ملی ہی ہوں گی۔"

"جی نہیں! وہ مجھے اپنی اسکیموں سے بس تھوڑی ہی دیر پہلے آگاہ کرتے ہیں۔ پچھلی رات جب ہم الگ ہو رہے تھے تو انہوں نے مجھ سے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نہ ٹھہروں۔"

آئی۔ جی جھلاہٹ میں ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مڑ کر بولا۔ "بس اسی بناء پر میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ کیس اُسے سونپا جائے۔"

"ہو سکتا ہے کہ اُسے کوئی حادثہ پیش آگیا ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے آہستہ سے کہا۔

"اگر آیا بھی ہو تو کیا ہو سکتا ہے جب کہ ہمیں علم ہی نہیں کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور کیا کرنا

چاہتا ہے میں مانتا ہوں کہ وہ محکمے میں ذہین ترین آدمی ہے۔ لیکن بے قاعدگی تو نہیں برداشت کی جاسکتی۔"

"اُس کا کہنا ہے کہ اُس کی بے قاعدگی ہی اُسے مجرم تک بہت جلد پہنچا دیتی ہے۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"تو آپ اس رویئے کو درست سمجھتے ہیں۔" آئی۔ جی اُسے گھور کر بولا۔

"میرا یہ مطلب نہیں میں تو یہ عرض کر رہا تھا۔۔۔!"

"کچھ نہیں۔۔۔!" آئی۔ جی نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "اُسے مجبور کیجئے کہ وہ اب تک کی باقاعدہ رپورٹ پیش کرے وہ اکیلے اس کام کو کسی طرح انجام نہیں دے سکتا۔ میں دیر نہیں چاہتا۔۔۔ سمجھے آپ۔"

"بہت بہتر۔۔۔!" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"میں برنارڈ کو اس سازش کا سرغنہ نہیں سمجھتا۔" آئی۔ جی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ اُس گروہ کا ایک معمولی آدمی رہا ہو۔"

"لیکن بن مانس کا مسئلہ۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔ "خیر اللہ کا بھی یہی بیان ہے کہ اُس نے درندے پر تین فائر کئے تھے جو مورتی اٹھا کر بھاگا تھا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔"

"میں سمجھتا ہوں وہ بھی کوئی آدمی ہی تھا۔" آئی۔ جی نے کہا۔ "اور کھال کے نیچے بلٹ پروف لگائے رہا ہوگا۔"

"لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ برنارڈ کی کھال کے نیچے سے بلٹ پروف کیوں نہیں نکلے۔ ظاہر ہے کہ اُس کا مقصد خود کشی نہ رہا ہوگا۔"

"سوال غور طلب ہے۔" آئی۔ جی مدبرانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "خیر یہ تو بعد کی بات ہے۔ خود ان بن مانسوں کا وجود ایک حیرت انگیز وقوعہ ہے۔ آج میں اُن سے متعلق ایک ماہر علم الحیات کا بیان دیکھ رہا تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ اس رنگ اور قد کے بن مانس ابھی تک دنیا کے کسی حصے میں نہیں دریافت ہو سکے اور ان کی اندرونی ساخت میں بھی اُسے کوئی عجیب بات نظر آئی ہے جسے وہ سمجھ ہی نہیں سکا۔۔۔ پھر اُس نے ان درندوں کے متعلق جنہیں سرے سے گولیاں لگی ہی نہیں تھیں لکھتے ہوئے اظہار خیال کیا ہے کہ ان کی موتیں ہارٹ فیل ہونے کی بناء پر واقع ہوئی

تھیں۔ یہ تو ان بن مانسوں کا تذکرہ تھا جنہوں نے یوگوسلاوی سفیر کے اثاثے پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ ادھر خیر اللہ کے یہاں پائے جانے والے درندوں میں بھی دو ایسی لاشیں ملی ہیں جن کے گولیاں نہیں لگی تھیں۔ آخر یہ کیسے بن مانس ہیں جن میں سے کچھ کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ آئی۔ جی حمید کی طرف اس انداز سے دیکھنے لگا جیسے وہ اس سے جواب چاہتا ہو۔ پھر اُس نے حمید سے کہا۔

"جاؤ۔۔۔ فریدی کو تلاش کرو۔"

"بہت بہتر۔" حمید نے کہا اور سر جھکا کر باہر چلا آیا۔

"کہاں چلے خان۔" اُس کے ساتھی رمیش نے اُسے چھیڑا۔

"بٹیروں کے انڈے جمع کرنے۔" حمید آنکھ مار کر بولا۔ "اگر کسی ٹائپسٹ گرل کو ساتھ لے چلو تو تم بھی چل سکتے ہو۔"

رمیش پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔

حمید نے موٹر سائیکل نکالی اور برنارڈ کے بنگلے کی طرف چل پڑا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ روزا موجود ہے یا نہیں۔ بنگلہ مقفل تھا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائے وہ سارا دن اِدھر اُدھر، ایک چکر قاسم کے گھر کی طرف لگایا تھا اور اُسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی تھی کہ قاسم ابھی تک لاپتہ ہے۔

شام کو آرلکچو میں رشیدہ سے ملاقات ہوگئی وہ انسپکٹر آصف کو گھس رہی تھی۔ انور موجود نہیں تھا۔ آصف حمید کو دیکھتے ہی اٹھ گیا۔

"رات تو تم نے بڑا کمال کیا۔" رشیدہ نے حمید سے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ اس قسم کے کمالات میری زندگی میں عام ہیں۔"

"اونچے اڑ رہے ہو۔"

"کیا آصف نے بل نہیں ادا کیا۔"

"اوہ۔۔۔ اب وہ بہت کم پسیجتا ہے۔" رشیدہ مسکرا کر بولی۔ "اور خیر اب تو تم آ ہی گئے ہو۔"

"اُس نے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے اور چائے کا بل ادا کر دیا۔" حمید نے اس طرح کہا جیسے کسی کو ناول پڑھ کر سنا رہا ہو۔

"تمہیں اس کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے۔" رشیدہ سرد لہجے میں بولی۔

"کیوں نہیں! مجھے بیوقوف بننا بھی آتا ہے۔"

"برنارڈ کی موت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" رشیدہ نے پوچھا۔

"اچھا خیال ہے۔ خدا تمہیں بھی ایسی ہی موت نصیب کرے۔"

"مت بکو۔"

"میرا مطلب یہ تھا کہ اُس نے کھال کے نیچے کپڑے نہیں پہن رکھے تھے۔"

"حمید بدتمیزی نہیں۔ ورنہ تمہارے کان اکھاڑ دوں گی۔"

"کانوں کے بغیر بھی اچھا لگوں گا شاید اُس کے بعد تم مجھ سے شادی کر سکو۔"

"تم بہت بیہودے ہو گئے ہو میں فریدی صاحب سے تمہاری شکایت کروں گی۔"

"فریدی صاحب کو بن مانسوں نے مار ڈالا۔ وہ انہیں اپنی قوم کی ایک لڑکی پیش کر کے فرزندی میں لینا چاہتے تھے لیکن فریدی صاحب نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ میں کالی نوس کا منجن استعمال کرتا ہوں۔"

"بکے جاؤ پاگلوں کی طرح....!" رشیدہ چڑھ کر بولی۔

حمید تھوڑی دیر تک اُسے چھیڑتا رہا پھر وہاں سے بھی اٹھ کر چلا آیا۔ اُس کی اکتاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ فریدی نے اُسے بڑی شدت سے بور کیا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب وہ کئی دن کے لئے غائب ہو گیا۔

پھر سوچا ممکن ہے اب واپس ہی آ گیا ہو۔ وہ گھر کی طرف چل پڑا۔ رات ہو گئی تھی۔ خلاف معمول کمپاؤنڈ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا اُس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی۔ پھاٹک سے گذر کر سیدھا گیراج کی طرف آیا۔ اُسے حیرت تھی کہ آج رکھوالی کرنے والے السیشن بھی نہیں بھونکے۔ پھر اُسے ایک عجیب قسم کی بو کا احساس ہوا اور اس کے نتھنوں میں جلن ہونے لگی۔ اُس نے چونک کر برآمدے کی طرف دیکھا اور اُسے نوکروں پر تاؤ آنے لگا کہ کم بختوں نے برآمدے میں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے۔ اُس نے موٹر سائیکل وہیں چھوڑی اور نوکروں کے نام لے لے کر دھاڑتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھا۔

"کیا ہو گیا ہے ان کم بختوں کو کوئی بولتا ہی نہیں۔" وہ بڑبڑاتا ہوا برآمدے میں داخل ہوا

پھر دروازے کے قریب سوئچ ٹٹول رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اُس کی گردن پکڑ لی۔ حمید نے پلٹنا چاہا لیکن گرفت مضبوط ہو گئی اُس نے کوشش کی کہ حملہ آور کو پیٹھ پر لاد کر پٹخ دے۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ حملہ آور کے ہاتھ بڑے اور گھنے بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ برآمدے میں پھیلی ہوئی تاریکی اور زیادہ گہری ہو گئی۔

خوفناک تجربے

حمید کو ہوش آیا تو اُس نے ایسا محسوس کیا جیسے وہ ڈوب رہا ہو۔ اُس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ چاروں طرف پیلاہٹ نظر آ رہی تھی۔ کسی آبی جانور کا تاریک سایہ اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اُس کے حلق سے پھر ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔

اُس نے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے۔ دفعتاً آبی جانور اُس پر جھکا۔ حمید نے پھر چیخ ماری اور اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ تاریک سائے نے اُسے پکڑ کر پھر تہہ میں گرا دیا۔

حمید کو پوری طرح ہوش آ گیا.... کوئی آدمی اُسے دبوچے ہوئے تڑپنے پھڑکنے سے روک رہا تھا۔

"کون ہو تم....؟" حمید حلق کے بل چیخا۔

"میں ہوں پیارے.... تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے۔" اُس نے جواب دیا اور حمید ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"آپ....!" وہ آنکھیں مل کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کتنی بار پوچھو گے۔" فریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"آخر اس مذاق کا کیا مطلب۔"

"میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔"

حمید بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ اپنے گھر کے کسی کمرے میں نہیں تھے اور یہ کمرہ بھی عجیب ہی تھا جس میں نہ کوئی دروازہ تھا اور نہ کھڑکی اور گھٹن کا احساس قطعی نہیں تھا۔ ہوا کے ساتھ ہی ایک عجیب قسم کی خنکی بھی موجود تھی۔

"ہم کہاں ہیں....؟" حمید فریدی کو گھور کر بولا۔

"قبر میں....!" فریدی سگار سلگا کر بولا۔

حمید اپنا سر پیٹنے لگا۔ جب اچھی طرح پیٹ چکا تو گلو گیر آواز میں کہنے لگا۔ "مجھے خدا سے شکوہ ہے کہ اُس نے ہمیں قبر میں بھی اکٹھا کر دیا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" فریدی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ اب تم سو جاؤ ابھی رات ہے۔"

"آخر ہم ہیں کہاں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"مجھے خود بھی نہیں معلوم اور نہ میں اُن لوگوں کو پہچانتا ہوں جن سے سابقہ ہے۔"

"آپ یہاں پہنچے کس طرح۔"

"یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔" فریدی سگار کا کش لے کر بولا۔ "شاید میں زندگی میں پہلی بار اس طرح بیوقوف بنا ہوں۔ میں تمہیں روانہ کر کے اُس ٹرک کے پچھلے حصے میں چھپ گیا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ یہ ٹرک پھر لڑکال جنگل کی طرف واپس جائے گا۔ میں اپنی دانست میں ایک بڑا کارنامہ انجام دینے جا رہا تھا لیکن وقت مجھ پر قہقہے لگا رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا درندہ میری موجودگی سے واقف تھا یا نہیں۔ لیکن اچانک میں نے اشک آور گیس کی بو محسوس کی۔ ٹرک بڑی تیز رفتاری سے جا رہا تھا اس لئے کود پڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں بُری طرح کھانسنے لگا۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں.... آنکھ کھلی تو یہاں تھا۔ ابھی تک مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ سب لوگ نہایت بااخلاق اور شریف ہیں۔"

"شاید ہم کسی بہت بڑے ریفریجریٹر میں بند ہیں۔" حمید بولا۔

اُس کے بعد اُس نے بھی وہ سب کچھ دہرا دیا جو اُس پر گذری تھی۔ جیراللہ کے لٹ جانے کا واقعہ بھی بتایا۔ برنارڈ کی موت کے متعلق معلوم کر کے فریدی کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئیں۔

"تو اس کا یہ مطلب کہ جیراللہ سچ مچ اُن معاملات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔" فریدی نے کہا۔

"میرا تو یہی خیال ہے برنارڈ شاید اُسے لوٹنے ہی کی فکر میں تھا۔ بعض اوقات ہم ظاہری اتفاقات کی بناء پر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اب پروفیسر جھوس[1] ہی والے معاملے کو لے لیجئے۔ میں تو اُسے سو فیصدی سازش سمجھا تھا۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن....!"

اُس نے آگے کچھ نہیں کہا۔ حمید اُسے جواب طلب نظروں سے گھور رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد

1. حالات کے لئے دیکھئے جاسوسی دنیا کا ناول "چیختے دریچے" جلد نمبر 11 ملاحظہ فرمائیے۔

فریدی بولا۔

"ایک چیز مجھے الجھن میں ڈال رہی ہے۔ آخر برنارڈ کی کھال کے نیچے بلٹ پروف کیوں نہیں ملے۔"

"یہ بات ضرور قابل غور ہے۔" آفس کی میٹنگ میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا گیا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید نے کہا۔ "غالباً ہم کسی زمین دوز عمارت میں ہیں۔"

"اس جگہ کی ساخت تو یہی بتاتی ہے۔"

"تعجب ہے کہ کسی طرف کوئی راستہ نہیں ہے۔" حمید بولا۔

"راستہ تو ہے لیکن افسوس ہے کہ اندر سے راستہ بنانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ جب چاہتے ہیں سامنے والی دیوار ہٹ جاتی ہے۔"

حمید اُس طرف دیکھنے لگا۔ جدھر فریدی نے اشارہ کیا تھا۔

دفعتاً ایک عجیب آواز کے ساتھ دیوار ایک طرف کھسک گئی۔ سامنے اسی قسم کا ایک دوسرا کمرہ دکھائی دیا۔

"کمال ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک دیوار کو دوسری دیوار نگل گئی ہو وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ دفعتاً اُس کی زبان بند ہو گئی۔

سامنے جیراللہ شاستری کھڑا اپنے پُرسکون انداز میں مسکرا رہا تھا۔ حمید نے فریدی کی طرف دیکھا اُس کے ہونٹوں پر بھی ایک شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

"میرا ساتھی ابھی تمہاری صفائی پیش کر رہا تھا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"لیکن تمہیں یقین نہیں آیا تھا۔" جیراللہ نے کہا۔

"قطعی نہیں۔"

"میں عرصہ سے تمہاری ذہانت کا معترف ہوں۔"

فریدی نے بڑی لاپرواہی سے بجھا ہوا سگار دوبارہ سلگایا اور حمید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر جیراللہ نے کہا۔

"تمہیں لڑکال جنگل کا علم کیونکر ہوا تھا.... کیا عرفانی نے بتایا تھا۔"

"نہیں.... لیکن تم لوگ عرفانی کے یہاں کیا چیز تلاش کر رہے تھے۔"

"ایک ایسی چیز جو ایک غدار کے ذریعے عرفانی تک پہنچی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز ہو سکتی ہے جو ہم سے متعلق ہو۔"

"لیکن تم اس چیز کی نوعیت سے واقف نہیں تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں....!"

"لیکن میں واقف تھا۔" فریدی نے کہا۔

"تمہیں عرفانی نے بتایا ہوگا۔"

"نہیں.... عرفانی خود بھی اُس معمے کو حل نہیں کر سکے تھے اور انہوں نے جس دن اپنے لئے بہت زیادہ خطرہ محسوس کیا میرے لئے اُسے محفوظ کرایا۔"

"کیا چیز تھی۔"

"کیا تم یقین کرو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"بتاؤ میں غور سے سن رہا ہوں۔"

"تعلیمی تاش کے دو پتے جن پر حروف "ل" تھے۔ ایک کی پشت پر ایک لڑکے کی تصویر تھی اور دوسرے کی پشت پر دو فوجوں کی لڑائی کا منظر تھا۔"

"بس....!" جیرالڈ حیرت سے بولا۔

"اور ان دونوں تاشوں سے بنا لڑکال جنگل۔"

"بنا ہوگا۔" جیرالڈ لاپرواہی سے بولا۔ "میں کچھ اور سمجھا تھا۔ محض لڑکال جنگل کا نام معلوم کر لینے کی بناء پر تم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"شاید میں یہیں موجود ہوں۔" فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن تم یہاں لائے گئے ہو۔"

"اگر تمہارا وہ بن مانس ہوشیار نہ ہوتا تو میں خود ہی پہنچ گیا تھا۔"

"ہم نے شروع ہی سے تم پر گہری نظر رکھی تھی۔" شاستری مسکرایا۔

"میں بھی یہی کچھ محسوس کرنے لگا تھا اگر اچانک اس طرح نہ پھنستا تو میرے ذہن میں دوسری ہی تدبیریں تھیں۔"

"ہوں.... اور اب تم نے کیا سوچا ہے۔" جیرالڈ نے تضحیک آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہی کہ اس گروہ کا خاتمہ کرنا پڑے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"میں تمہاری دلیری کی بھی قدر کرتا ہوں۔" جیرالڈ نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں نے شجاعت اور ذہانت کو ایک ساتھ بہت کم دیکھا ہے۔"

"شکریہ! میں اس تعریف کے صلے میں تمہاری قبر پر پھول ضرور چڑھاؤں گا۔"

جیرالڈ ہنسنے لگا۔

حمید کو اب پھر اس کا چہرہ پہلے ہی کی طرح خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔

"اوہ....!" جیرالڈ نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔ "تمہارے کندھے پر چوہیا چل رہی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ اگر وہ ہاتھی ہوتا تو میں کچل گیا ہوتا۔" حمید نے ہنس کر کہا۔ "لیکن آپ نے آخر میری عزت افزائی کیوں فرمائی۔ میں تو دنیا کا ڈیوٹ ترین آدمی ہوں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں تمہاری بھی قدر کرتا ہوں۔"

"اچھا ذرا یہ تو بتائیے کہ میری موت کب آئے گی۔" حمید نے اُس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں کی زندگی مشروط ہے۔"

"اوہ.... یہ بات بھی ہے۔" فریدی نے کہا۔ وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری بے حیائی پر مجھے حیرت ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "تم جسے میں عظیم ترین فریدی کہتا ہوں۔ تم ان لوگوں کے لئے جان دیتے ہو جو تم پر اعتماد نہیں کرتے۔ میری ایک ذرا سی شکایت پر تمہارا مخصوص اجازت نامہ منسوخ ہو گیا بلکہ ایک طرح سے تم بیکار بھی کر دیئے گئے۔"

"ہوں....! تو پھر....!"

"عزت، شہرت، دولت! تمہیں میرے ہی دکھائے ہوئے راستے پر ملے گی۔ ہم اس بات میں یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں صرف انہیں زندہ رہنے کا حق ہے جو ہر لحاظ سے طاقتور ہوں۔"

"خیال بُرا نہیں ہے.... پھر!"

"پھر یہ کہ.... تم عقل مند ہو.... تمہیں ہمارے ساتھ سب کچھ ملے گا۔ میں نے دنیا کے بہترین دماغ اکٹھا کئے ہیں اور وہ دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بس ایک اشارے کی

ضرورت ہے اُس کے بعد ساری دنیا پر ہماری حکومت ہو جائے گی۔"

"شیخ چلی کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں۔" حمید نے فریدی کی طرف مڑ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم جھوٹ سمجھتے ہو۔" جیرالڈ یک بیک بگڑ گیا۔ "کیا یہ بن مانس تمہاری اوندھی کھوپڑی کے لئے حیرت انگیز نہیں۔ لاؤ.... دنیا کے کسی گوشے سے ایک ہی لاؤ.... لا سکو گے۔"

"نہیں شاستری! وہ یقیناً حیرت انگیز ہے.... حمید احمق ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اگر تم ان کی پیداوار کا طریقہ دیکھو تو عش عش کر اٹھو گے۔" جیرالڈ نے کہا۔ "وہ عمل جو ارتقاء کے ذریعے صدہا برس میں ہوتا ہے اسے ہم چند ہی گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چند گھنٹوں میں صدہا سال آگے جست۔"

"وہ کس طرح....!"

"سب دیکھ لو گے۔" جیرالڈ مسکرا کر بولا۔ "اور یہ بھی یاد رکھو کہ تم یہاں سے خود تا قیامت نہیں نکل سکو گے جب تک کہ میں نہ چاہوں۔ انسانی زندگی کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں۔ تم نے دیکھا جوزف، اس کی بیوی اور برنارڈ کتنی آسانی سے مر گئے۔"

"میں نے سب کچھ دیکھا اور سمجھا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "برنارڈ کی موت حالانکہ میرے سامنے نہیں واقع ہوئی۔ لیکن میں اس کا طریقہ بھی سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا....؟"

"برنارڈ بن مانس کی اُس ٹولی میں نہیں تھا جو لڑکال جنگل سے روانہ ہوئی تھی۔" فریدی سگار کا کش لے کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تم اُسے اس لئے ختم کرنا چاہتے تھے کہ اُس سے حمید کے معاملے میں ایک حماقت سرزد ہوئی تھی۔ لیکن اگر وہ نہ بھی سرزد ہوئی ہوتی تو برنارڈ کے خلاف میرے پاس کافی مواد موجود تھا۔ پیملیا کی موت اُسی کے ہاتھوں واقع ہوئی تھی۔ میں نے اُسے اس کی ران میں زہریلی سوئی چبھاتے دیکھا تھا۔ بہرحال تم نے کل رات برنارڈ کو پہلے ہی سے اپنے پاس روک رکھا تھا اور کسی بہانے سے اُسے بن مانس کی کھال پہنا دی تھی۔ جیسے ہی تمہاری اسکیم کے مطابق دوسرے بن مانس تمہارے مکان میں داخل ہوئے تم نے برنارڈ کو گولی مار دی۔ اس طرح اس کا قصہ بھی پاک ہو گیا اور دوسری طرف تم نے پولیس کی نظروں میں اپنی پوزیشن بھی صاف کر دی۔ لیکن تم ذرا سا چوک گئے۔ اگر اُسے بھی کھال کے نیچے بلٹ پروف اس طرح پہنا دیتے کہ

جسم پر کوئی جگہ خالی رہ جاتی تو جرم پر بھی پردہ پڑ سکتا تھا۔"

"خوب!" جیرالڈ مسکرا کر بولا۔ میں ایک بار پھر تمہاری ذہانت کی تعریف کرتا ہوں۔

"لیکن میں ایک بات ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ تمہارے کچھ بن مانس خود بخود کیوں مر جاتے ہیں۔"

"یہ بات اس وقت تک تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی جب تک کہ عملی نمونہ پیش نہ کیا جائے۔" جیرالڈ بولا۔ "فریدی ہم لوگ ایجادات اور اختراعات کے معاملے میں موجودہ دور سے صدیوں آگے نکل گئے۔ ہمارے پاس ایسے آلات ہیں جنہیں صحیح معنی میں نیا کہا جا سکتا ہے۔ ایٹمی توانائی کی دریافت اور اس کے استعمال کو دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا تم اسے جدید کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ خیال نیا ہے میرے دوست! اس خیال نے حضرت عیسیٰ سے پہلے بھی جنم لیا تھا۔ کیا اپنے ڈوکلس کے ذراتی نظریہ کائنات میں موجودہ ایٹمی دریافت کی جڑیں نہیں ملتیں۔ لیکن ہم اپنے معاملے میں جدید ترین ہیں۔ ہم نے قوتِ حیات و نمو پر قابو پا لیا ہے۔ مسٹر حمید کے کاندھوں پر رینگتی ہوئی چوہیا منٹوں میں خرگوش کے برابر ہو سکتی ہے۔"

"اوہ....!" فریدی حیرت سے اپنے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"ہمارے پاس ایک نہیں درجنوں ایسی ایجادات ہیں۔" جیرالڈ نے کہا۔ "دور کیوں جاؤ۔ اسی کمرے کو لے لو جس میں تم مقیم ہو۔ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تم کسی زمین دوز کمرے میں بیٹھے ہو۔ یہاں نہ کوئی کھڑکی ہے اور نہ کوئی روشندان پھر بھی تمہیں گھٹن نہیں محسوس ہوتی۔ ان زمین دوز عمارتوں کا سلسلہ دو میل کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیا نہیں ہے۔"

"تمہارا گروہ ہمارے ملک میں کب سے کام کر رہا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"آج کی بات نہیں ہے ہم نے پہلی جنگ عظیم کے بعد ہی سے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا تھا۔"

"اور مقصد کیا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ساری دنیا پر حکومت۔ کمزوروں کو قوی ترین آدمیوں کے زیر نگین لانا۔ جمہوریت کو ہم رینگتے ہوئے کیڑوں کا نظام سمجھتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں آپ۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔"

"جب تم بھی یہی سمجھتے ہو تو ہماری تحریک سے تمہیں پوری پوری ہمدردی ہونی چاہئے۔"

"میں نہایت سنجیدگی سے آپ کی تحریک کی حمایت کرتا ہوں۔"

"کیا بکتے ہو۔" فریدی نے اُسے ڈانٹا۔

"تمیز سے فریدی صاحب! ورنہ سر توڑ دوں گا۔" حمید اپنی آستین چڑھاتا ہوا بولا۔

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" فریدی کو اچانک غصہ آگیا۔

"میں پوری طرح ہوش میں ہوں! تم اپنی خبر لو۔" حمید نے کہا۔ "آج پہلی بار مجھے ایک صحیح آدمی ملا ہے۔ تم نے مجھے کیا دیا ہے۔ ہمیشہ میری ترقیاں رکواتے رہے۔ آج تک میری شادی نہ ہونے دی وغیرہ وغیرہ۔"

"اوہو! لڑنے کی ضرورت نہیں۔" جیرالڈ اُن کے درمیان میں آگیا۔ پھر وہ حمید کا ہاتھ [پکڑ] کر بولا۔ "سارجنٹ تمہیں آرام کی ضرورت ہے میرے ساتھ چلو.... اور فریدی تمہیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ شروع ہی سے تم میری نظروں میں تھے اور میں کسی مناسب موقعے کی تلاش میں تھا۔ اگر میں تمہیں ختم کرنا چاہتا تو شہر ہی کی سڑک پر یہ نیک کام انجام پا جاتا۔"

"میرے خیال سے اسے ختم ہی کر دیجئے۔" حمید بولا۔ "اس سے زیادہ ہٹ دھرم آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔"

جیرالڈ کچھ کہے بغیر حمید کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ کمرے کی حدود سے نکلتے ہی پھر دیوار کھڑکھڑاتی ہوئی اپنی جگہ پر آگئی۔

آج شاید زندگی میں پہلی بار حمید فریدی کے ساتھ اتنی گستاخی سے پیش آیا تھا۔ مزاحاً بھی کبھی اس نے اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ وہ فریدی کو چھیڑتا بھی رہتا تھا مگر اسی انداز میں جیسے اکثر شریر بچے اپنے بزرگوں سے خوش فعلیاں کرتے ہیں.... مگر آج اُس کا انداز کچھ اور ہی تھا.... وہ ضرورت سے زیادہ گستاخ نظر آرہا تھا۔

بہر حال آج فریدی حمید کے اس رویئے پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اس سے قبل اس نے اس کی حرکتوں کو کسی شریر بچے کی حرکتوں سے زیادہ اہمیت نہ دی تھی اور نہ اُسے آج کوئی ایسا موقع ہی یاد آرہا تھا جب حمید نے اس سے اتنی سرد مہری اور بے وفائی کا برتاؤ کیا ہو۔ اس کے

رویئے سے ہمیشہ یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اُس سے چمٹا ہوا اُس کی قبر تک میں کود جائے گا۔ کیا وہ سچ مچ جیرالڈ سے اتنا ہی مرعوب ہو گیا تھا کہ اُس کی مختصر سی چکنی چپڑی گفتگو نے اسے پھسلا لیا۔

حمید نے انتہائی خطرناک مواقع پر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور اکثر خود کو موت کے منہ میں ڈال کر اُس کی جان بچائی تھی۔ پھر یک بیک اُسے کیا ہو گیا۔

فریدی نے ایک سگار سلگایا اور بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ آج شاید زندگی میں پہلی بار وہ رنجیدہ نظر آرہا تھا۔

سرجنٹ حمید نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ یہ کمرہ بھی ویسا ہی تھا لیکن اس کا سازو سامان ذرا شاہانہ قسم کا تھا۔

"میں پہلی ہی ملاقات میں آپ سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا۔" حمید نے جیرالڈ سے کہا۔ جو ایک گلاس میں شراب انڈیل رہا تھا۔

"تم مجھے بیوقوف تو نہیں بنا رہے ہو میرے دوست....!" وہ حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

"دیکھئے جناب۔" حمید تیز لہجے میں بولا۔ "میں ایسے آدمیوں پر لعنت بھیجتا ہوں جو میری نیک نیتی پر شبہ کریں۔ فریدی سے میں عرصہ سے نفرت کرتا تھا اور مجھے کسی مناسب موقع کی تلاش تھی، اتفاق سے آج وہ میرے ہاتھ آگیا۔"

"تم فریدی سے نفرت کیوں کرتے تھے۔"

"محض اس لئے کہ وہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ پہلے سے کبھی اپنی کوئی اسکیم نہیں بتاتا تھا۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ یہی نا کہ اُسے مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔ اب کل رات ہی کا معاملہ لے لیجئے۔ ہم دونوں ساتھ ہی چلے تھے لیکن وہ بن مانسوں کو آپ کے مکان میں داخل ہوتے دیکھ کر کچھ کہے سنے بغیر مجھ سے الگ ہو گیا۔"

"اچھا دوست میں تمہیں آزما لوں گا۔" جیرالڈ ہنس کر بولا۔

جس وقت دل چاہے۔"

"کیا تم فریدی کو اپنے ہاتھ سے قتل کر سکو گے۔"

"جب کہئے تب.... میں اس کی بوٹیاں نوچنا چاہتا ہوں۔ اُسی کی بدولت میں اب تک موچی

کا موچی رہا۔"

"خیر.... شراب پیو گے۔"

"میں شراب نہیں پیتا۔"

"کیا تم فریدی کو سمجھا کر راہِ راست پر نہیں لا سکتے۔"

"ناممکن ہے جناب.... وہ مر جائے گا لیکن آپ کی بات نہیں مانے گا۔"

"اور اگر میں منوالوں تو۔"

"میں اسے دنیا کا عظیم ترین کارنامہ سمجھوں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا تو تم اس معاملے میں بھی میری قوت کا اندازہ لگا سکو گے۔" جیرالڈ نے ہنس کر کہا۔

دوسری صبح فریدی کو ایک بہت بڑے کمرے میں لے جایا گیا۔ اُسے کمرے کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ اُس کی ساخت بھی ویسی ہی تھی۔ جیسی اس کمرے کی تھی جس میں فریدی دو راتیں بسر کر چکا تھا۔ بہر حال اُسے کمرہ ہی کہا جا سکتا تھا خواہ اُس کی لمبائی اور چوڑائی ایک فرلانگ ہی کیوں نہ رہی ہو۔ یہاں بڑی بڑی دیو پیکر مشینیں نصب تھیں اور یہاں کی دیواریں دروازوں سے محروم نہیں تھیں۔ جیرالڈ نے بڑے تپاک کے ساتھ فریدی کا خیر مقدم کیا۔

اچانک فریدی کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جسے وہاں دیکھ کر اُسے بڑی حیرت ہوئی... گرانڈیل احمق قاسم تھا۔ شاید قاسم خود بھی فریدی کو دیکھ کر متحیر تھا۔

وہ جھپٹتا ہوا فریدی کے پاس پہنچا۔ جیرالڈ شاید اپنے آدمی کو کسی قسم کی ہدایات دینے میں مشغول ہو گیا تھا۔

"فف.... ری.... رئی.... ری.... صاحب۔" قاسم ہکلایا۔

"تم یہاں کیسے؟"

"جوتشی صاحب مجھے یہاں لائے ہیں بہت اچھے آدمی ہیں۔ میرے بہت بڑے ہمدرد۔"

"ہمدرد! وہ کسی طرح؟"

"جی....!" قاسم اپنی انگلی مڑورتا ہوا شرما کر بولا۔ "انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے لئے ایک بہت تگڑی سی عورت بنا دیں گے۔ میرے ہی ڈیل ڈول والی۔"

"بنا دے گا؟"

"جی ہاں! اور کیا! وہ ڈیڑھ فٹ اونچے معمولی سے بندر کو بن مانس بنا دیتے ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"یہاں بہت سی لڑکیاں ہیں۔" قاسم رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"تمہیں یہاں تک پہنچنے کا راستہ یاد ہے۔"

"نہیں تو.... میں نے انہیں اپنی دکھ بھری داستان سنائی تھی اس پر انہوں نے اپنی روحانی طاقت سے مجھے یہاں بلا لیا۔"

"روحانی طاقت سے۔"

"جی ہاں! میں اپنے ایک ملنے والے مسٹر برنارڈ کے یہاں چائے پی رہا تھا.... جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو یہاں دیکھا۔ جوتشی صاحب نے مسٹر برنارڈ کی لڑکی روزا کو بھی یہیں بلا لیا ہے اور.... اُسے میرے لئے تگڑی بنا دیں گے۔"

"حمید سے ملاقات ہوئی۔"

"ہائیں! کیا وہ بھی آئے ہیں۔"

"ہاں....!"

"اچھا تو ٹھیک ہے.... مزہ رہے گا۔"

جیرالڈ ان کی طرف آ رہا تھا۔

"کیا آپ لوگ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"ہاں.... میں انہیں جانتا ہوں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"ہائیں.... حمید بھائی۔" قاسم لہک کر حمید کی طرف دوڑا جو ایک دروازے سے داخل ہو رہا تھا۔

"میں اس کی قوت سے متاثر ہوا ہوں۔" جیرالڈ فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ میرے بن مانسوں کی رہنمائی کرنے کے قابل ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ حمید کو گھور رہا تھا اور حمید اُسے گھور رہا تھا۔

اتنے میں جیرالڈ کے آدمی دو لنگڑے آدمیوں کو وہاں لے آئے ان دونوں کی ظاہری حالت کہہ رہی تھی کہ وہ شہر کے فٹ پاتھ پر بھیک مانگتے رہے ہوں گے۔

پھر انہیں ایک مشین کے ایک بہت رولر میں ڈال دیا گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا اور جب اس کا دروازہ بند کیا جا رہا تھا تو فریدی بے اختیار چیخ پڑا۔ "یہ کیا کرنے جا رہے ہو تم۔"

"کچھ نہیں بس دیکھتے جاؤ۔" جیرالڈ مسکرایا۔ "یہ صحت مند ہو کر نکلیں گے۔" پھر ایک دوسری مشین کا رولر کھولا گیا۔ یہ رولر آڑا لگا ہونے کے بجائے سیدھا کھڑا ہوا تھا اور اس کا قطر چالیس فٹ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ اس کے اندر متعدد خانے نظر آ رہے تھے۔

پھر ایک معمولی سا بندر لایا گیا جسے خود جیرالڈ نے اسی رولر کے ایک خانے میں بند کر دیا۔

اس کے بعد دونوں مشینیں چل پڑیں۔ دونوں کے رولر تیزی سے گردش کر رہے تھے۔

مشینوں کے شور کے باوجود جیرالڈ کی تیز آواز یہ کہتے سنائی دے رہی تھی۔ "دو اپاہج آدمیوں سے ایک طاقتور جانور بہتر ہے۔ وہ دونوں اپاہج ایک طاقتور بن مانس کی تخلیق کر رہے ہیں۔ ان کی ہڈیاں اور اُن کا گوشت ایک حیرت انگیز جانور کی شکل میں تبدیل ہو رہا ہے۔"

"کیا کر رہے ہو تم....!" فریدی چیخ کر جیرالڈ کی طرف جھپٹا۔

دوسری طرف سے حمید نے ایک موٹی سی لوہے کی سلاخ اٹھائی اور اُسے گردش دیتا اور چیختا ہوا فریدی کی طرف بڑھا۔ "اگر تم نے شاستری کی شان میں گستاخی کی تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔"

قریب تھا کہ حمید فریدی پر حملہ کر بیٹھے کئی لوگ درمیان میں آ گئے۔ جیرالڈ کا قہقہہ مشینوں کے شور پر لہرا رہا تھا۔ اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "طاقت پر ایمان لاؤ فریدی تمہارا اسسٹنٹ تم سے بہتر ہے۔"

فریدی اپنی جگہ پر کھڑا خون کے گھونٹ پی رہا تھا وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ اُسے باہر نکلنے کا راستہ بھی تو نہیں معلوم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی حالت میں غصے کو قابو میں رکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ جیرالڈ ساری دنیا کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہی ہو جائے۔ پھر کیا ہوگا۔ تباہی، بربادی، وہ اُن جنگ بازوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے جو آئے دن ایک دوسرے کو ایٹمی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ فریدی طرح طرح کے خیالات میں الجھتا رہا پھر تھوڑی دیر بعد وہ مشینیں رک گئیں اور فضا میں کان پھاڑ دینے والا سناٹا محیط ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے ایسا معلوم ہوا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو اور کوئی دوسرا سیارہ اُس سے ٹکرانے کے لئے تیزی سے بڑھتا آ رہا ہو۔

"یہ دیکھو فریدی۔" جیرالڈ نے اسے مخاطب کیا۔ "یہ اُن آدمیوں کا فضلہ ہے۔"

فریدی نے مشین کے نیچے ایک ٹب میں سیاہ رنگ کا گاڑھا سیال دیکھا جو کولتار سے مشابہ تھا۔

"ایک سستا ترین کولتار۔" جیرالڈ نے قہقہہ لگایا۔ "جو تمہاری سڑکوں پر ڈالا جاتا ہے اپاہج آدمیوں کا فضلہ۔ ان کے جسموں کا بہترین حصہ میرے بن مانسوں کا جزو بدن ہو جاتا ہے۔"

"ہیر ہیر....!" حمید خوشی سے تالیاں پیٹنے لگا۔ "اکیلے قاسم کے جسم سے چار بن مانس تیار ہو سکتے ہیں۔"

"تمہارے چھ ہو سکتے ہیں.... میں سر پھاڑ دوں گا تمہارا۔" قاسم بھنا کر بولا۔

جیرالڈ نے خانے دار رولر کا دروازہ کھولا۔ اس کے اندر سامنے ہی والے خانے میں ایک طویل القامت بن مانس اونگھ رہا تھا۔ دو آدمیوں نے اُسے پکڑ کر اندر سے نکالا اور ایک اسٹریچر پر ڈال دیا۔ پھر چار آدمی اسٹریچر کو اٹھائے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"اب اسے دو مختلف قسم کے انجکشن دیئے جائیں گے" جیرالڈ نے کہا۔ "اور وہ بالکل فٹ ہو جائے گا اور ہاں تم نے ان درندوں کے متعلق سوال کیا تھا جو خود بخود مر جاتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کی تکمیل میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ جس کی بناء پر وہ زیادہ دیر تک نہیں چلتے۔"

"واقعی یہ ایک شاندار دریافت ہے۔ انہیں آدمیوں سے بخوبی لڑایا جا سکتا ہے۔" فریدی بولا۔

"قطعی.... ان کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے۔" جیرالڈ بولا۔ "میں ہمیشہ صاف بات کہتا ہوں۔ یہ ایٹمی قوت نہیں ہے کہ جسے پُرامن طریقے پر تعمیری کاموں میں صرف کیا جا سکے۔ میں دنیا کو دھوکے میں ہرگز نہیں رکھوں گا۔ میں کبھی نہ کہوں گا کہ ان بن مانسوں سے کھیتی باڑی کا کام لیا جائے گا۔ میں ایسی امن کی فاختہ نہیں اڑاتا جس کے پیٹ میں بم بھرے ہوئے ہوں۔ میں علانیہ کمزوری کی تباہی ہوں۔"

"مجھے تمہاری صفائی پسندی پر خوشی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"سنبھلو شاستری۔" حمید چیخا۔ "کہیں اس کے مکر میں نہ آ جانا۔ میں اس کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

فریدی دانت پیس کر رہ گیا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا حمید کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

"نہیں فریدی صاحب نے سچی بات کہی ہے۔" قاسم تھوک نگل کر بڑبڑایا اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

"اب میں قاسم کے ڈیل ڈول کی ایک عورت تیار کروں گا۔" جیرالڈ نے ہنس کر کہا۔

"جی ہاں! جی....!" قاسم جلدی سے بولا۔ "وہی روزا.... روزا....!"

"کیا....؟" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "کون روزا برنارڈ.... تم کتے۔ میری محبوبہ پر دانت لگائے بیٹھے ہو۔"

"تمہارے باپ کی محبوبہ ہے۔" قاسم جھلا کر بولا۔

"نہیں میری ہے.... شاستری میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اُس لڑکی پر رحم کرو.... ورنہ میں خودکشی کرلوں گا۔ غضب خدا کا.... وہ پھول سا جسم.... قاسم تجھے خدا غارت کرے۔"

"تم کو خود غارت کرے۔" قاسم نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"میں قاسم سے وعدہ کر چکا ہوں۔" جیرالڈ بولا۔

"تو پہلے مجھے زہر کا انجکشن دے دینا۔"

"خیر اس پر پھر کبھی غور کریں گے۔" جیرالڈ نے اکتا کر کہا۔

"کردی ناتم نے گڑبڑ۔" قاسم حمید کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "خدا تمہیں فنا کردے۔"

"فریدی.... پھر سوچو۔" جیرالڈ نے فریدی سے کہا۔

"ہاں میں سنجیدگی سے اس پر غور کروں گا۔"

"اور اپنے ہی مطلب کی سوچو گے۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جیرالڈ! اس نمک حرام کو میرے سامنے سے ہٹا دو۔" فریدی کو پھر غصہ آگیا۔

"میں تمہارے جنازے کے ساتھ ہی رہوں گا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

فریدی کو زندہ درگور ہوئے چھ راتیں گذر چکی تھیں۔ ابھی تک اُسے کوئی ایسی تدبیر نہیں سوجھی تھی۔ جس پر عمل کر کے وہ کم از کم اس قید سے تو رہائی پاسکتا۔ صرف ایک چال تھی لیکن اُسے بھی حمید ناکام بنا دینے پر تلا ہوا تھا۔ فریدی جب بھی جیرالڈ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کرتا

حمید اُسے ہتھے سے اکھاڑ دیتا اور اب حمید کے خلاف اُس کا غصہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ موقع ملنے پر وہ اُسے مار ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

دوسری طرف حمید صحیح معنوں میں عیش کر رہا تھا۔ اُس جدید ترین سائنٹیفک غار میں پندرہ سولہ خوش شکل لڑکیاں تھیں۔ جن کے متعلق جیرالڈ نے اُسے بتایا تھا کہ وہ سب بھی ایک تعمیری خدمت انجام دیتی ہیں۔ وہ دراصل شہر سے نوجوانوں کو پھانس کر یہاں لاتی تھیں اور وہ بیچارے مختلف قسم کی تجربات کے نذر ہو جاتے تھے اور اُن کے جسموں کا بچا کھچا حصہ سستے ترین کولتار میں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔

فریدی کو یہاں ایسی ایسی ایجادات نظر آئیں کہ وہ متحیر رہ گیا یقیناً وہ لوگ اپنی ایجادات کے معاملے میں جدید ترین تھے۔ جیرالڈ کا دعویٰ غلط نہیں تھا.... دو میل لمبی چوڑی زمین دوز دنیا ہر لحاظ سے عجیب تھی۔ انہوں نے ننھے ننھے مصنوعی سورج بنائے تھے اور جیرالڈ کا دعویٰ تھا کہ ان کی روشنی اور حرارت میں وہ سارے نیچرل اوصاف موجود ہیں جو قوت حیات و نمو کے لئے ضروری ہیں اور خود فریدی کو بھی اس کا تجربہ ہو گیا تھا.... ان چھ دنوں کے دوران میں ایک لمحہ کے لئے بھی اُسے گھٹن کا احساس نہیں ہوا تھا اور اس کی صحت بھی برقرار رہی تھی۔ اپنی قوتوں میں اُسے کسی قسم کا انحطاط نہیں محسوس ہوا تھا۔

فریدی نے جیرالڈ سے پوچھا کہ آخر اُسے قبل از وقت اپنے بن مانسوں کی نمائش کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ جو کام اُس نے ان سے لئے تھے وہی آدمیوں سے بھی لے سکتا تھا۔

اس پر اس نے ہنس کر کہا تھا۔ "تم ہمارا ایک دوسرا بڑا راز جاننے کی کوشش کر رہے ہو۔ مگر خیر.... میں تمہیں بتاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ راز اس زیر زمین دنیا سے باہر نہیں جاسکتا.... سنو.... وہ ایک طرح کا اشارہ تھا ہمارے عالمی اداروں کے لئے ظاہر ہے کہ تمہارے یہاں کی خبر رساں ایجنسیوں نے ان عجیب و غریب بن مانسوں کی خبر ساری دنیا میں پھیلا دی ہوگی اور میری تحریک کے جیالے اس اشارے کا مطلب سمجھ کر اپنے کام میں لگ گئے ہوں گے اور یہ کام ہے مخالف ممالک کی جتھے بندی ختم کرنا۔ ہم ان میں غلط فہمی پھیلا کر پھوٹ ڈلوا دیں گے۔ اُس کے بعد انہیں ایک ایک کر کے پیٹ لینا مشکل نہ ہوگا۔"

فریدی اس مسئلے پر بھی غور کرتا رہا تھا یہ ایک خوفناک سازش تھی اگر ایسا ہوا تو ساری دنیا جہنم

بن جائے گی۔ اُسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن وہ اُسے جذباتی بن کر ضائع بھی نہ کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ وہ جس وقت بھی چاہتا۔ جیرالڈ سے بھڑ سکتا تھا مگر اُس کا یہ فعل غیر افادی ہوتا۔

وہ بڑی دیر سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے گھڑی کی طرف دیکھا گیارہ بج رہے تھے۔

دفعتاً سامنے والی دیوار اپنے داہنے جوڑ کے پاس سے کھسکنے لگی اور دوسرے ہی لمحے میں حمید اندر گھس آیا۔ دیوار پھر اپنی اصلی جگہ پر آگئی۔ حمید نے اس طرح اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔ جیسے فریدی کو چپ کرانا چاہتا ہو۔ پھر اُس نے اُسے آنکھ مار کر بلند آواز میں کہا۔ "غالباً آپ نے شاستری صاحب کی باتوں پر غور کیا ہوگا۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ وہ حمید کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں حمید نے اپنی جیب سے سادہ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور پنسل سے اس پر کچھ لکھنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑاتا بھی جارہا تھا۔ "آپ غلطی پر ہیں۔ میری سنئے یہ لوگ بہت طاقتور ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ طاقت کا ساتھ دینا چاہئے۔"

اسی طرح وہ اور بھی باتیں کہتا رہا۔ فریدی کی نظریں اُس کاغذ پر جمی ہوئی تھیں۔ جس پر حمید لکھ رہا تھا۔ "استاد! اس بار میں نے آپ کو شکست دے دی۔ خاموش.... خاموش کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں کی دیواریں بھی بولتی ہیں۔ کسی کمرے کی سرگوشی بھی ایک مخصوص کمرے میں لاؤڈ سپیکر کی طرح چیختی ہے۔ جیرالڈ یہاں کی چیونٹی کی بھی گنگناہٹ سن سکتا ہے۔ لیکن میں نے آپ سے بگاڑ کر کے اُس کا تھوڑا بہت اعتماد حاصل کرلیا ہے اور یہ صرف میرا حصہ ہے اگر آپ اکیلے ہوتے تو کبھی کے اُس سے ٹکرا کر ختم ہو جاتے۔ اس کی شخصیت واقعی حیرت انگیز ہے خدا کرے میں اُسے چونا لگانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اُن کے لئے معافی چاہتا ہوں.... اب راویان شیریں بیان یوں فرماتے ہیں کہ میں نے روزا کو توڑلیا ہے وہ میری ممنون ہے کہ میں نے اُسے اس مشینی تجربے سے بچالیا۔ میں نے اُسے اُس کے باپ کی موت کی اطلاع بھی دے دی ہے جس کا اُسے کوئی علم نہیں تھا اب وہ ایک بھوکی شیرنی کی طرح انتقام کے لئے بے چین ہے اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ سے پوچھے بغیر اُس کا ایک بوسہ لے لیا۔ بوسہ یوں لینا پڑا کہ وہ باہر نکلنے کے راستے سے واقف

ہے۔ راستہ دراصل اس کولتار فیکٹری میں نکلتا ہے جو لڑکال جنگل والی سڑک کے سرے پر واقع ہے اور وہ فیکٹری بھی جیرالڈ ہی سی تعلق رکھتی ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہاں سے نکلیں کیونکر۔ اول تو دروازے تک پہنچنا ہی مشکل ہوگا۔ اگر پہنچ بھی گئے تو وہاں اوپر فیکٹری میں دن رات آدمیوں کی اچھی خاصی تعداد موجود رہتی ہے۔"

اس دوران میں حمید ساتھ ہی ساتھ بڑبڑاتا بھی رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جیرالڈ کی تعریف میں باقاعدہ لیکچر جھاڑ رہا ہو۔ جب وہ خاموش ہوا تو فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں غور کر رہا ہوں۔ جیرالڈ کی شخصیت مجھے پسند ہے۔ لیکن اسکا طریقہ کار بہت ہی بہیمانہ ہے۔"

"سنئے جناب۔" حمید اکڑ کر بولا۔ "شاستری صاحب مجبور نہیں ہیں۔ وہ سائنٹیفک طور پر بھی آپ کے خیالات بدل سکتے ہیں۔ صرف ایک گھنٹے تک ایک مشین میں آپ کی مرمت ہوگی۔ اُس کے بعد آپ محسوس کرنے لگیں گے جیسے ابھی ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ میں نے وہ مشین دیکھی ہے۔"

"میں عجیب کشمکش میں پڑ گیا ہوں۔" فریدی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں ابھی اور سوچوں گا۔ پھر فیصلہ کروں گا۔"

"وہ بھی اپنی بڑبڑاہٹ جاری رکھے ہوئے کاغذ پر لکھنے لگا۔" شاباش بیٹے حمید۔ "ابے میں تجھے اپنا ولی عہد بنادوں گا میرے ذہن میں فی الحال ایک تجویز ہے یہاں اور بھی بن مانسوں کی کھالیں موجود ہوں گی اُنہیں کسی طرح مہیا کرو اوپر فیکٹری والوں سے ہم انہیں پہن کر محفوظ رہ سکیں گے.... اور یہاں رات کو تو سب سوتے ہی ہوں گے انہیں یقین ہے کہ اُن کے علاوہ اور کوئی نہ تو یہاں داخل ہو سکتا ہے اور نہ یہاں سے نکل سکتا ہے۔ اس سلسلے میں روزا سے گفتگو کرو۔ میرا خیال ہے کہ وہ ٹرک بھی فیکٹری ہی میں رہتا ہوگا۔ جس میں بن مانس سفر کیا کرتے ہیں۔"

فریدی کی زبانی نصیحتوں پر حمید بگڑ کر بولا۔ "تو اب میرا فیصلہ سنئے۔ میں محکمہ سراغ رسانی میں بھی کام کروں گا اور اس عظیم تحریک سے بھی تعلق رکھوں گا۔"

"میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔" فریدی اس کی طرف جھپٹا۔ حمید نے وہ کاغذ تہہ کر کے فریدی کی جیب میں رکھ دیا اور خود مدد کے لئے چیختا ہوا زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ فریدی اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور حمید اس طرح کی آوازیں نکالنے لگا جیسے اس کا گلا گھونٹا جارہا ہو۔

دوسرے ہی لمحے میں دیوار اپنی جگہ سے سرکی اور دو تین آدمی فریدی پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے فریدی کو پکڑ لیا اور حمید اُس کے نیچے سے نکل کر بھاگ نکلا۔

دوسری رات چار بن مانس آہستہ آہستہ ایک طویل اور نیم تاریک گلیارے میں رینگ رہے تھے۔ مدھم سی پیلے رنگ کی روشنی پورے گلیارے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اندھیرے میں پیلاہٹ کا امتزاج کچھ عجیب سی پُر اسرار کیفیت اور فضا پیدا کر رہا تھا۔

سب سے آگے والا بن مانس بقیہ تین کے مقابلے میں پستہ قد تھا اور سب سے پیچھے والا اتنا طویل القامت تھا کہ دیکھ کر ہنسی آسکتی تھی۔

ایک فرلانگ لمبے گلیارے کے اختتام پر پہنچ کر وہ رک گئے۔ پستہ قد بن مانس دیوار میں کچھ ٹٹول رہا تھا۔ دفعتاً ایک عجیب قسم کا شور سنائی دیا اور یک بیک پستہ قد بن مانس بُری طرح کانپنے لگا۔

"غضب ہو گیا۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "خطرے کی گھنٹی۔ شاید انہیں پتہ چل گیا۔"

"ارے باپ رے باپ۔" سب سے لمبا بن مانس لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچا۔

"سنبھل ڈیوٹ۔" ایک دوسرا بن مانس بولا جو سرجنٹ حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"چلئے! آپ باہر نکل جائیے۔" روزا بولی۔ "میں کچھ دیر اُن سے نپٹوں گی۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "چلو تم راستہ دکھاؤ۔ یا سب نکلیں گے یا سب مریں گے۔"

"میرے پاس.... ریوالور ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"بیکار ہے۔" روزا جلدی سے بولی۔ "ایک بھی گولی اُن پر نہ پڑے گی.... یہاں مار ڈالنے کے طریقے دوسرے ہیں۔"

کہیں دو تین قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً انہیں اپنے سروں پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ انہوں نے چونک کر اوپر دیکھا۔ سامنے سے ایک زینہ نمودار ہو گیا تھا اور ان کے سرے پر ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ شاید روزا راستہ پانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

انہوں نے بڑی سرعت سے زینے طے کئے۔ روزا سب کے پیچھے تھی جیسے ہی وہ اوپر پہنچے انہوں نے روزا کی چیخ سنی۔ حمید نے مڑ کر دیکھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا اور وہ اوپری والی فیکٹری کے گیرج میں کھڑے ہوئے تھے۔

"بیکار ہے چلو جلدی کرو۔" فریدی ایک چھوٹی اسٹیشن ویگن میں بیٹھتا ہوا بولا۔

وہاں ایک ٹرک بھی موجود تھا۔ گیراج کھلا ہوا تھا اور سامنے پختہ راستہ تھا۔ وہ دونوں اسٹیشن ویگن پر لد گئے۔ دروازہ پھر کھلا اور کئی شکلیں دکھائی دیں۔ اتنی دیر میں فریدی انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ کار جیسے ہی آگے بڑھی حمید نے کھڑے ہوئے ٹرک کے پہیوں پر تین چار فائر کر دیئے۔ شاید ایک ریوالور کہیں سے اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو۔" فریدی بولا۔

"شاید میں نے ٹرک کے ٹائر پھاڑ دیئے ہیں۔"

"جیتے رہو۔"

دوسرے لمحے میں کار سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی لیکن یہ سمجھنا ان کی حماقت تھی کہ وہاں صرف وہ اکیلا ٹرک رہ گیا تھا جس پر حمید نے گولیاں چلائی تھیں وہ بمشکل تمام ایک ہی میل آئے ہوں گے کہ ساری سڑک ایک تیز قسم کی روشنی میں نہا گئی۔ اتنی تیز روشنی تھی کہ خس و خاشاک میں گری ہوئی ایک سوئی بھی ڈھونڈی جا سکتی تھی۔

حمید نے پلٹ کر دیکھا اور اُس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ روشنی بہت تیزی سے ان کی طرف بڑھی آ رہی تھی۔ شاید وہ کوئی کار تھی جس کے سرے پر ایک بہت زیادہ طاقت والی سرچ لائٹ نصب تھی۔

"حمید....!" فریدی نے پُر سکون لہجے میں کہا۔ "یہ وقت آزمائش کا ہے میں رفتار کم کرتا ہوں کود کود کر جنگل میں گھسو۔"

"ارے باپ....!" قاسم گڑگڑایا۔

سب سے پہلے حمید کودا۔ قاسم گرتے گرتے سنبھل گیا۔ اس کے بعد فریدی نے بھی چھلانگ لگا دی اور تینوں مخالف سمت کے گھنے جنگل میں گھستے چلے گئے۔

خوش قسمتی ہی تھی کہ انہیں آگے چل کر ایک پگڈنڈی مل گئی اور وہ سیدھے اُس پر بھاگتے چلے گئے۔ فریدی کو خدشہ تھا کہ کہیں لڑکال جنگل میں ملٹری نہ لگا دی گئی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو بھی اُن کی خیر نہیں کیونکہ وہ بن مانسوں کی کھال میں تھے۔ اور اتفاق سے انہیں نیچے لگانے کے لئے بلٹ پروف نہیں مل سکے تھے اور دوسری طرف اُن کھالوں کو جسموں سے الگ کرنے کے لئے رکنا

بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جنگل کی تاریکی میں گولیاں سنسنانے لگیں۔

"کیوں نہ کسی درخت پر جا چڑھیں۔" حمید بڑبڑایا۔

"ہائے مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"بس بھاگتے چلو۔" فریدی نے کہا۔ "یہ ایک اندھی چال ہے خود کو تقدیر پر چھوڑ دو۔ اُن کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے کہ پورے جنگل پر چھا جائیں۔"

"ہائے.... اب نہیں چلا جاتا۔ میں گرا۔" قاسم کراہ کر بولا۔

"مرد.... کاش تم چوہے ہوتے۔" حمید نے کہا۔ "ارے.... افسوس میری چوہیا وہیں رہ گئی۔"

انہیں بڑی شدت سے گرمی لگ رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے سر پر سے کھال اُتار دی اور بازوؤں تک اُن کے جسم کھل گئے۔

صبح ہوتے ہوتے انہوں نے جنگل پار کرلیا.... اور پھر وہ اپنے جسموں پر سے کھالیں اُتار ہی رہے تھے کہ انہوں نے ایک خوفناک گھڑگھڑاہٹ سنی۔ زمین ہلنے لگی اور وہ منہ کے بل گر پڑے۔ گھڑگھڑاہٹ کی گونج کافی دیر تک قائم رہی۔ وہ اس طرح بے سدھ زمین پر پڑے ہوئے تھے جیسے ان کے جسموں کی طاقت سلب ہوگئی ہو۔ دفعتاً حمید کے منہ سے چیخ نکلی۔ وہ آنکھیں پھاڑے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں کافی بلندی پر بڑے بڑے درخت گرد و غبار کے مرغولوں میں چکراتے نظر آرہے تھے۔ سورج کی پہلی شعاعیں غبار کے اس طوفان میں چھپ کر رہ گئی تھیں اور یہ غبار پھیلتا ہی جارہا تھا۔

وہ پھر اٹھ کر بھاگے اب وہ کھلے میدان میں تھے۔ لیکن اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہ کیا ہوا۔

لڑکال جنگل ایک ماہ تک جلتا رہا۔ دس پندرہ میل کے رقبے میں ہر وقت دھوئیں کے بادل منڈلاتے رہتے تھے۔ میلوں تک بستیاں سنسان ہوگئیں۔ اتنے بڑے جنگل کی آگ پر قابو پانا آسان نہیں تھا پھر بھی ہر طرح کی تدبیریں اختیار کی جاتی رہیں۔

اگر یہ تباہی نہ آئی ہوتی تو فریدی کے بیان پر کسی کو یقین نہ آتا۔ سرجنٹ حمید کا کہنا تھا کہ یہ تباہی اُس کی چوہیا ہی لائی ہوگی۔ ورنہ وہ لوگ اتنے احمق نہیں تھے کہ اپنی ان عظیم الشان ایجادات کو اس طرح تباہ کردیتے۔

شہر، لڑکال جنگل سے بیس میل کے فاصلے پر واقع تھا لیکن وہاں بھی زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے تھے حالانکہ گھڑگھڑاہٹ کی آواز زیادہ تیز نہیں معلوم ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی لوگوں کا بیان ہے کہ وہ حد درجہ خوفناک تھی اور زمین کے نیچے سے آتی محسوس ہوتی تھی۔

جیرالڈ پھر کبھی اپنی کوٹھی میں نہیں دکھائی دیا۔ اس کا لڑکا لیمی البتہ حراست میں لے لیا گیا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ وہ ان معاملات کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔

فریدی کے بیانات نے ساری دنیا میں تہلکہ مچادیا اور سارے ممالک کی حکومتیں اپنے یہاں اُس تباہ کن تحریک کے حامیوں کو کھود کر اُن کے بلوں سے نکالنے میں مصروف ہوگئی تھیں۔

لڑکال جنگل کی آگ اب سرد ہوچکی ہے اور اب وہاں ایک ایسی جھیل دیکھی جاسکتی ہے جو تین چار میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے اس کی گہرائی ناپنے کی بے حد کوشش کی جارہی ہے لیکن ابھی تک تو کامیابی نہیں ہوسکی۔

کہتے ہیں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں جیرالڈ اور اس کے ساتھیوں نے حیرت انگیز ایجادات کا تجربہ کیا تھا۔

تمام شد